الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

2023

سالانہ پیپروں کی تیاری کے لیے مفید ترین

سوالاً جواباً اور آسان ترین

خلاصہ

نور الانوار

مدرس: ابو احمد محمد زبیر عطاری مدنی

0311:7788063

کاتب: محمد محسن انور عطاری

ماڈل جامعۃ المدینہ نیو سول لائن

فیصل آباد

فقہ کی تعریف:

شریعت کے عملی احکام یعنی (فرض، واجب، سنت، مستحب) کو تفصیلی دلائل سے جاننا۔

فقہ کا لغوی معنی:

سمجھنا، جاننا۔

اصول فقہ کی تعریف:

یہ ایسا فن ہے جس کے اصولوں کی مدد سے شریعت کے احکام کو دلائل سے جاننا۔

اصول فقہ کا موضوع:

دلائل اور احکام

دلائل شرعیہ چار ہیں۔

قرآن، سنت، اجماع، قیاس۔

امام اربعہ:

امام اعظم — امام شافعی
امام مالک — امام احمد بن حنبل

امام اعظم اور امام مالک ہم زمانہ ہیں
امام اعظم کوفہ میں اور امام مالک مدینہ میں

امام اعظم کے شاگرد ہیں
امام محمد

امام محمد کے شاگرد ہیں
امام شافعی

امام شافعی کے شاگرد ہیں
امام احمد بن حنبل

صاحبین:
امام ابو یوسف اور امام محمد

شیخین:
امام اعظم اور امام ابو یوسف

طرفین:

امام اعظم اور امام محمد

محرر مذہب حنفیہ:

امام محمد

امام محمد کی چھ کتابیں ہیں۔

i) جامع صغیر (ii) جامع کبیر
(iii) سیر صغیر (iv) سیر کبیر
(v) الزیادات (vi) المبسوط

امام ابو یوسف نے فیصلے کر کے مذہب حنفیہ کو پھیلایا۔

متقدمین:

300 سال ہجری سے پہلے علماء کو متقدمین اور بعد والوں کو متاخرین کہا جاتا ہے۔

مجتہد کی سات اقسام ہیں۔

سب سے اعلیٰ قسم مجتہد مطلق ہے۔ جو اپنے اصول اور مسائل واضح کرے۔ مجتہد مطلق کہلاتا ہے

فقہ میں کچھ متن کچھ شروحات، کچھ فتوی ہیں۔

س (1)

نور الانوار لکھنے کی وجہ بیان کریں۔

ج۔

نور الانوار کے مصنف مولانا حافظ شیخ احمد المعروف "ملا جیون" فرماتے ہیں کہ "المنار" کی کئی شروحات لکھی گئی جن میں سے کچھ بہت بڑی کہ لوگ پڑھتے پڑھتے تھک جائیں اور کچھ اتنی مختصر کہ اصل بات واضح بھی نہ ہوتی۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرا بھی دل تھا کہ میں بھی "المنار" کی شرح لکھوں لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے میں نہ لکھ سکا۔ پھر آپ کا مدینہ منورہ حاضری کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو کچھ دوست ملے۔ انہوں

نے آپ سے کہا کہ ہم نے آپ کا البتہ نام سنا ہے لیکن ہمیں آپ کے علم کا کیا فائدہ اگر آپ ہمیں اس میں سے کچھ عطا نہ کریں آپ نے فرمایا کہ آپ کو کیا چاہئیے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں 'المنار' کی شرح لکھ کر دیدیں تو آپ نے وقت کی قلت کو ایک طرف رکھ کر دوستوں کی بات مانی اور وہیں پر متن کو سامنے رکھ کر شرح لکھی شروع کر دی جب شرح پوری ہوئی تو اسکا نام "نور الانوار" رکھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اسکی شرح کو بغیر دلائل اور اعتراضات کے بغیر لکھی ہے۔

(۵) س:

ہدایت کی اقسام بیان کریں۔ نیز کس وقت کونسا معنی لیا جائے۔

جواب:

ھدایت کی دو اقسام ہیں۔

(i) منزل تک پہنچانا

(ii) اس چیز تک پہنچانا جو منزل تک پہنچا دے۔

اصول اوّل :۔

* جب ہدایت کی نسبت اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب ہوگی تو پہلا معنی مراد ہوگا۔
* جب ہدایت کی نسبت قرآن اور رسول کیطرف منسوب ہو تو دوسرا معنی مراد ہوگا۔

اصول ثانی :۔

* جب لفظ ہدایت مفعول ثانی کو چاہے بغیر حرف جر کے تو پہلا معنی مراد ہوگا۔
* اور اگر لفظ جر کے واسطے سے چاہے تو دوسرا معنی مراد ہوگا۔

نوٹ :

اگر شریعت کا کوئی مسئلہ ہماری سمجھ میں نہ آئے تو اس میں قصور ہماری عقل کا ہے اب اس مسئلے میں کوئی نہ کوئی تاویل کیجائے گی تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

(3) سوال:

کتاب میں ہدایت کا کونسا معنی مراد ہے؟

الجواب:

اگر ہم یہ دیکھیں کہ لفظ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تو پہلا معنی مراد ہوگا اور اگر یہ دیکھا جائے کہ حرف "الی" بھی ہے تو دوسرا معنی مراد ہوگا۔

(4) س:

صراط مستقیم کسے کہتے ہیں؟ نور الانوار کی روشنی میں لکھیں۔

الجواب:

صراط مستقیم ایسا عام راستہ ہے جس پر سیدھا چلنے والا دائیں بائیں توجہ کیے بغیر منزل تک پہنچ جائے اور یہ راستہ افراط و تفریط کے درمیان ہوتا ہے۔

افراط: بہت سختی

تفریط: بہت نرمی

(5) سوال:

صراط مستقیم دین محمدی کیسے؟

الجواب:

دین موسیٰ کا افراط	دین عیسیٰ کی تفریط	دین محمدی کا اعتدال
★ مال میں چوتھائی حصہ فرض	شراب حلال	زکوٰۃ فرض لیکن ۴۰ واں حصہ
★ توبہ کیلئے خود کو قتل کرنا	مشرکات سے نکاح حلال	حائضہ سے وطی حرام تعلق جائز
★ نجاست والی جگہ کو کاٹنا	حائضہ سے وطی حلال	نجاست سے کپڑا ناپاک پانی سے پاک
★ حائضہ کیساتھ نہ رہنا	نجاست سے کپڑا ناپاک نہ ہونا	توبہ میں قتل نہیں صرف استغفار
★ ہر طرح کے قتل میں قصاص	قتل عمد میں بھی قصاص نہیں	قصاص صرف قتل عمد میں اس میں بھی اولیا کو اختیار

پہلا مصداق

دین محمدی

دوسرا مصداق

اہل سنّت و جماعت

کیونکہ یہ قدریہ اور جبریہ کے درمیان ہے۔

قدریہ۔
بندہ اپنے افعال کا خود ہی خالق اور کاسب ہے۔

جبریہ۔
بندہ پتھر کی طرح مجبور محض ہے کچھ بھی نہیں
کر سکتا۔

اہل سنّت۔
خالق اللہ اور کاسب بندہ خود ہے۔
(صراط مستقیم)۔
ایسے ہی اہل سنت خارجی اور رافضی کے درمیان ہے

رافضیوں کا افراط۔
حضرت علی کی محبت میں شیخین کی امامت
کا انکار۔ امیر معاویہ پر طعن

خارجیوں کی تفریط۔
حضرت علی سے جنگ اور معاذ اللہ صحابہ کو گالیاں

اہل سنّت کا اعتدال :

حضرت علی کی عزت . خلیفہ راشد مانتے . صحابہ کی عزت کرتے . شیخین اور حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل مانتے ہیں ۔

فرقہ تشبیہ اور تعطیل کے درمیان :

افراط تعطیل :

اللہ پاک سے عقول عشرہ صادر ہوئیں پھر دنیا کا نظام ان کو دے کر خود معطل ہو گیا ۔

تشبیہ تفریط -

اللہ مخلوق کی طرح ہے اسکا بھی جسم ہے ۔

اہل سنّت -

اللہ کی ذات جسم سے پاک ہے ۔

صراط مستقیم ایسا راستہ ہے جو عقل اور محبت کے درمیان ہے

اہل سنّت -

(۱) ہر جگہ عقل سے بھی کام لیتے اور عشق سے بھی -

والصلوٰۃ علی من اختص بالخلق العظیم۔"

(6) سوال:
خلق کی تعریف نیز سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق سے کیا مراد ہے؟

الجواب:

خلق ایک ایسی خوبی ہے جس کی وجہ سے افعال آسانی سے نکلتے ہیں۔ اس میں چار اقوال ہیں۔

* حضرت عائشہ کا فرمان ہے۔ سرکار کے خلق سے مراد قرآن پاک ہے یعنی آپ کیلئے قرآن پر عمل کرنا بہت آسان تھا۔

*

اسکا مطلب یہ ہے جو تم سے رشتہ توڑے اس سے جوڑو۔ جو ظلم کرے اسے معاف کرو۔ جو برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو۔

* دنیا و آخرت میں سخاوت کرنا اور توجہ اللہ کیطرف کرنا۔

* صحیح ترین قول یہ ہے کہ ایسے رستے پر چلا جائے جس سے خالق اور مخلوق راضی ہو جائے۔ لیکن ایسا بہت مشکل ہے

خلق -

خ پر پیش ہو تو اسکا مطلب ہے اخلاق

زیر ہو تو اسکا معنی پیدائش ہے

زبر ہو تو اسکا معنی ہے مخلوق

درود کی نسبت اللہ تعالی کیطرف ہو تو اسکا معنی ہے رحمت نازل کرنا

فرشتوں کیطرف ہو تو استغفار

بندوں کیطرف ہو تو دعا

پرندوں کیطرف ہو تو تسبیح

(7) سوال:

دین کی تعریف بیان کریں.

الجواب:

اللہ کا بتایا ہوا ایسا طریقہ جو عقل والوں کو ان کے اختیار محمود کیساتھ خیر بذات کی طرف لے جائے اور یہ معنی اعمال اور عقائد دونوں کو شامل ہے

(8) سوال:
دین اور اسلام میں فرق بیان کریں۔

الجواب:
دین کا اطلاق ہر دین پر ہوتا ہے جیسے دین موسیٰ
دین عیسیٰ وغیرہ
لیکن اسلام کا اطلاق صرف دین محمدی پر ہوتا ہے۔

(9) سوال:
ماتن نے متن میں دین کو کیوں کہا اسلام کیوں نہیں کہا؟

الجواب:
اصل میں ماتن نے دین کی قویم کیسا تو صفت
لگائی ہے یعنی ہمیشہ رہنے والا۔ اب ہر کوئی جانتا ہے
کہ ہمیشہ رہنے والا دین اسلام ہی ہے۔

(10) س:
حد کی اقسام بیان کریں۔

الجواب:
حد کی دو اقسام ہیں۔
(1) حد اضافی (ii) حد لقبی

(i) جس میں مضاف اور مضاف الیہ کی الگ الگ تعریف کی جائے اسے حد اضافی کہتے ہیں جیسے اصول فقہ وغیرہ

(ii) جس میں مضاف اور مضاف الیہ کی اکٹھی تعریف کیجائے اسے حد لقبی کہتے ہیں۔

اصول اصل کی جمع ہے اسکا معنی ہے بنیاد اسکا مطلب یہ ہوا کہ جس پر کسی غیر کی بنیاد رکھی جائے

نوٹ،

دلائل احکام کو ثابت کرنے والے ہیں اور احکام دلائل سے ثابت ہوتے ہیں۔

25/5/22

س(11) مصنف علیہ رحمہ نے اصول شرع کہا اصول فقہ کیوں نہیں کہا؟

الجواب:

جس طرح یہ چار اصول فقہ کیلئے ہیں ایسے ہی علم الکلام کیلئے بھی ہے (علم الکلام علم العقائد کو کہتے ہیں) تو مصنف نے لفظ شرع اس لیے کہا تاکہ دونوں علوم اس میں آجائیں۔

* کتاب سے مراد مکمل نہیں بلکہ بعض آیات ہیں اور یہ 500 آیات ہیں انہیں آیات احکام کہا جاتا ہے بقیہ سب قصص اور وعظ و نصیحت ہے۔
* سنت سے مراد 3000 سنتیں ہیں ...
* اجماع سے مراد امت محمدیہ کا اجماع ہے (امت کی عظمت اور شرف کی وجہ سے) چاہے یہ اجماع اہل مدینہ کا ہو صحابہ کا ہو یا اہل بیت کا ہو۔

س(12) قیاس کو بیان کرنے میں فخر الاسلام نے کونسی قید کا اضافہ کیا نیز مصنف نے اضافہ کیوں نہیں کیا؟

الجواب:

(والاصل الرابع القیاس المستنبط من هذه الاصول الثلاثة)

دوسرا حصہ فخر الاسلام کا ہے۔ انہوں نے اس لیے ذکر کیا تاکہ قیاس عقلی اور شرعی نکل جائے اور مصنف نے اس لیے ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ مشہور نہیں تھا۔

قرآن پر قیاس کی مثال۔

مقیس علیہ	مقیس	علت	حکم
حیض کی حالت میں وطی	لواطت ← وطی کرنا	گندگی	حرام

سنت پر قیاس کی مثال۔

مقیس علیہ	مقیس	علت	حکم
حدیث ربوا	بقیہ چیزیں	جنس/قدر	حرام

اجماع پر قیاس کی مثال۔

مقیس علیہ	مقیس	علت	حکم
موطوءہ کی ماں	جس سے زنا کیا اس کی ماں	جز سے وطی	نکاح حرام

س (13) مصنف نے اکٹھے چار اصول بیان کیوں نہیں کیے قیاس الگ سے کیوں بیان کیا؟

الجواب:

(i) کیونکہ پہلے تین اصول (قرآن، حدیث، اجماع) قطعی اور قیاس ظنی ہے۔

(ii) جو لوگ قیاس کا انکار کرتے ہیں ان کو خبردار کرنے کیلئے الگ سے ذکر کیا کہ اس کی بھی کوئی حیثیت ہے۔

(iii) اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ قیاس کا نمبر سب سے آخری ہے مطلب جب حکم پہلے تین اصولوں میں ہو تو قیاس نہیں کیا جائیگا۔ اگر نہ ہو تو قیاس کیا جائے گا۔

نوٹ:

(یوں بھی ہو سکتا ہے یہ سارے اصول کسی اور کی فرع ہوں مطلب کتاب اور سنت اللہ عزوجل رسول اللہ کی اصدیق کی فرع اور اجماع داعی کی فرع ہو اور قیاس ان تینوں کی فرع ہو)

(داعی بلانے والا)

وجہ حصر:

(1) اصول فقہ چار ہی کیوں ہیں؟

الجواب:

کیونکہ شریعت کے اصول مستدل کے لیے ہیں اور یا تو وہ اصول وحی سے ہوں گے یا وحی کے بغیر ہوں گے اور اگر پھر وحی سے ہوں تو اسکی تلاوت کی جاتی ہوگی یا نہیں کی جاتی ہوگی اور پھر اگر تلاوت ہو تو "قرآن" اگر نہ ہو تو "سنت" اور پھر اگر غیر وحی سے ہو تو یا تو پھر کل کا قول ہوگا یا بعض کا اگر کل کا ہو تو اجماع اور اگر بعض کا ہو تو "قیاس" ہوگا۔ اسطرح یہ چار اصول اربعہ ہوں گے۔

⟸ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے علاوہ بھی اصول ہیں جیسے ماقبل شریعت سے حاصل کیے گئے اصول اور عموم بلوی کے اصول یا صحابی کے قول سے پائے جانے والا اصول

رد:

ہم نے کہا کہ ماقبل شریعت پر ہم عمل نہیں کرتے کیونکہ ہم قرآن پر عمل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ عموم بلوی اس لیے اصول میں شامل نہیں کہ اجماع کا دوسرا نام عموم بلوی ہے اور تیسری بات صحابی کی تو یا تو صحابی کا قول عقل میں آنے والا ہوگا یا عقل میں آنے والا نہ ہوگا اور اگر عقل میں آئے تو قیاس بنے گا اور اگر

عقل میں نہ آئے تو سنت رسول میں سے ہوگا کیونکہ صحابی خود سے ایسی بات نہیں کر سکتے جو عقل میں نہ آئے۔

وجہ حصر

اصول اربعہ
↓
مستدل

- وحی سے
  - متلو ہو ← قرآن
  - غیر متلو ہو ← سنت
- غیر وحی سے
  - کل کا قول ← اجماع
  - بعض کا قول ← قیاس

ماقبل شریعت ← قرآن

علوم ملوئی ← اجماع

صحابی کا قول
- عقل میں آنے والا ← قیاس
- عقل میں نہ آنے والا ← سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(ثابت ہوا کہ شریعت کا ہر مسئلہ ان چار اصولوں میں سے ہی اخذ ہوگا)

قیودات کے فوائد:

کسی چیز کی ایسی تعریف کرنا جو اپنے ساتھ شریک چیزوں کو جدا کر دے۔

س (۲) کتاب اللہ کی تعریف نیز اس کے قیودات کے فوائد بیان کریں؟

الجواب:

(القرآن المنزل علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلا متواترا بلا شبھۃ)

القرآن:

قرآن مقرو یا مقروں کے معنی میں ہو تو اس صورت میں القرآن کا الف لام جنسی ہوگا اور بعد میں ساری فصلیں ہیں۔

المنزل:

اس سے غیر آسمانی کتابیں نکل گئیں (المنزل) کی دو قرائتیں ہیں ایک تخفیف اور دوسری تشدید کیساتھ اگر تخفیف پڑھیں تو معنی ہوگا یکبارگی نازل ہونا اور ایسا ہوا ہے (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یکبارگی نازل ہوا) اور تشدید سے پڑھیں تو معنی ہوگا رفتہ رفتہ نازل ہونا اور ایسا ہوا ہے۔ (آسمان دنیا سے زمین پر آہستہ آہستہ نازل ہوا)

قرآن

قرآن نفسی — قرآن لفظی

المکتوب فی المصاحف

(16) اعتراض: یہ قرآن پاک کی دوسری صفت ہے۔ قرآن پاک کو مکتوب کہنا درست نہیں ہے کیونکہ مکتوب تو نقوش ہوتے ہیں جبکہ قرآن پاک لفظ اور معنی کا نام ہے۔

الجواب:

مکتوب یہاں مثبت کے معنی میں ہے لہذا لفظ حقیقۃً مثبت ہے اور معنی تقدیراً مثبت ہے۔

(17) اعتراض:

المصاحف کا الف لام جنس کا ہے۔ اگر ایسا ہو تو المصاحف غیر قرآن پاک کو بھی شامل ہوگا تو اس سے حرج لازم آئے گا۔

جواب:

اس سے کوئی حرج لازم نہیں آئے گا کیونکہ آخری جو قید ہے وہ تمام چیزوں کو نکال دے گی۔

(1[illegible]) اعتراض:

اگر یہ الف لام عہدی ہے تو اس کا معہود وہ سات قراتیں ہیں تو اس طرح دور لازم آئے گا۔

قرآن پاک کی تعریف یوں کی جائے گی کہ جو سات قراتوں میں لکھا گیا اور سات قراتوں میں کیا لکھا "قرآن پاک"

جواب :

دور لازم نہیں آئے گا کیونکہ سات قراتیں مشہور ہیں اسکی تعریف کی ضرورت نہیں تو جب ضرورت نہیں تو دور بھی نہیں اور جب دور بھی نہیں تو بات واضح ہے۔

★ المنقول عنہ نقلا متواتر بلا شبہہ ★

یہ قرآن پاک کی تیسری صفت ہے۔ متواتر کہنے سے وہ قراتیں نکل جائیں گی جو خبر واحد سے منقول ہیں۔ جیسے اُبی رضی اللہ عنہ کی قرات میں یہ بات ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے میں پے در پے شرط ہے۔

وہ قراتیں بھی نکل جائیں گی جو خبر مشہور سے آئی ہیں۔ جیسے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات میں موجود ہے جو چوری کرے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دو۔

★ نوٹ ★

بلا شبہہ یہ متواتر کی تاکید ہے کیونکہ متواتر ہوتا ہی وہ ہے جس میں شبہ نہ ہو۔

یہ جمہور کا مذہب ہے۔

یہ امام خصّاف کے نزدیک بلا شبہہ کہنے سے مشہور

نکل جائے گی۔ کیونکہ ان کے نزدیک مشہور بھی متواتر کی
ایک قسم ہے لیکن اس میں شبہہ ہوتا ہے۔ تو بلا شبہہ اس
کو خارج کر دیا جائے گا۔

یہ ساری تعریف اس وقت ہے جب المصاحف کا
الف لام جنسی ہو۔ اگر ہم عہدی مراد لیں تو سب کچھ خود ہی
نکل جائے گا۔

★ بلا شبہہ کہنے سے تسمیہ نکل جائے گی کیونکہ اس میں
شبہہ ہے کہ وہ قرآن پاک ہے یا نہیں۔

★ اس لیے تسمیہ کے منکر کو کافر نہیں کہیں گے۔

★ نماز میں صرف تسمیہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

★ جنبی اور حیض والی عورت کیلیے اسکی تلاوت حرام نہیں
ہے کیونکہ اس کے قرآن پاک میں ہونے یا نہ ہونے
میں شک ہے۔

9/6/22

نوٹ:۔

قرآن نظم اور معنی دونوں کا نام ہے یعنی نظم سے مراد لفظ اور معنی سے مراد ترجمہ ہے

(اگر قرآن کو عربی میں نہ پڑھا جائے تو ثواب نہ ہوگا)

فتوٰی:۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے فتوٰی دیا کہ ہم نماز میں قرآن فارسی میں پڑھ سکتے ہیں۔

(۱۹) **اعتراض:**

اعتراض یہ ہوا کہ قرآن نظم اور معنی کا نام ہے تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ نماز میں فارسی میں قرآن پڑھ سکتے ہیں۔

جواب:

آپ رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا جواب دیا کہ "عذر حکمی" کی وجہ سے یہ فتوٰی دیا ہے۔

س (۲۰) **عذر حکمی کیا ہے۔**

ج آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نماز صرف قربت الٰہی کے لیے ہی پڑھتے ہیں اور جب ہم قرآن نماز میں عربی میں پڑھیں گے

تو پڑھنے والے کا ذہن قرآن کے الفاظ میں استعمال ہونے والی فصاحت کی طرف جائے گا کیونکہ قرآن فصاحت کا بہترین نمونہ ہے اسی لیے اس سے بچنا ہے اور قربت الٰہی کیلئے ہم قرآن کو فارسی میں پڑھ سکتے ہیں۔

نوٹ:

لیکن پھر آپ رحمہ اللہ نے اس فتویٰ کو ختم کر دیا آج کل صرف عربی میں پڑھا جائیگا۔

اور جو شریعت کے احکام کی پہچان ہے وہ ان دو قسموں کی پہچان کیساتھ ہے۔

شروع کیا تقسیمات سے یعنی بے شک احکام شرع کو جانا جاتا ہے حلال و حرام کو جاننے کیساتھ اور انہیں پہچانا جاتا ہے نظم و معنی کی قسموں کیساتھ اور جو معنی کی اقسام ہیں انہیں تقسیم کیا جاتا ہے متعدد قسموں پر۔

سوال (21) المنار کے مصنف نے اقسامھا میں تثنیہ کی ضمیر کیوں ذکر کی؟

جواب انہوں نے اقسامھا میں تثنیہ کی ضمیر اس لیے ذکر کی تاکہ اس

سے نظم اور معنی دونوں مراد لیے جائیں اکیلے اکیلے نا مراد لیے جائیں

سوال (21) تقسیمات کے چار حصوں پر تقسیم ہونے کی وجہ حصر بیان کریں؟

بحث
- معنی سے ← تقسیم رابع
- لفظ سے
  - استعمال کے اعتبار سے ← (تقسیم ثالث)
  - دلالت کے اعتبار سے
    - ظہور وخفا کے اعتبار سے ← (تقسیم ثانی)
    - یا نہیں ← (تقسیم اوّل)

(التقسیم الاوّل)

فی وجوہ النظم صیغۃ ولغۃ

↓

لفظ
- ایک معنی پر دلالت
  - انفراد علی الانفراد ہو گی ← (خاص)
  - مع الاشتراک ← (عام)
- زیادہ معنی پر دلالت
  - کوئی خفی ترجیح ہو گی ← (مؤول)
  - یا نہیں ← (مشترک)

(التقسیم الثانی)

فی وجوہ بیان بذالک النظم

- معنی ظاہر ہوگا
  - ظاہر ہوگا احتمال ہوگا
    - معنی فقط صیغہ سے ظاہر ہو ← (ظاہر)
    - یا نہیں ← (نص)
  - یا نہیں
    - نسخ کو قبول کرلیگا ← (مفسر)
    - یا نہیں ← (محکم)
- معنی پوشیدہ ہوگا
  - صیغہ کے علاوہ سے ← (خفی)
  - صیغہ کی وجہ سے
    - تأمل سے معنی حاصل ہوگا ← (مشکل)
    - نہیں ہوگا
      - متکلم کی جانب سے وضاحت کی امید ہو ← (مجمل)
      - امید نہ ہو ← (متشابہ)

التقسیم الثالث

فی وجوہ استعمال ذالک النظم

- معنی موضوع لہ میں استعمال ہو ← (حقیقت)
- یا غیر میں ← (مجاز)
  - معنی واضح ہو ← (صریح)
  - نہ ہو ← (کنایہ)

التقسيم الرابع

فی معرفۃ وجوہ الوقوف علی المراد

مستدل استدلال کرے گا

- نظم سے
  - مسوقاً ہو ← (عبارۃ النص)
  - غیر مسوق ہو ← (اشارۃ النص)
- غیر نظم سے
  - مفہوم لغت سے سمجھا جائے ← (دلالۃ النص)
  - سمجھا جائے
    - نظم کا صحیح ہونا معنی پر موقوف ہو ← (اقتضاء النص)
    - ۔۔۔ ہو ← (استدلال فاصلہ)

16 - 06 - 22

س(23) پانچویں قسم کے بارے میں نوٹ لکھیں ۔

ج. یہ چار اقسام جو ذکر کی گئی ہیں یہ کوئی الگ سے اقسام نہیں ہیں بلکہ یہ وہ چار ہیں جو پچھلی بیس قسموں کو بھی شامل ہیں ۔

4 اقسام درج ذیل ہیں

1. کلمہ کو جاننا — 2. ترتیب کو جاننا

3. معنی کو جاننا — 4. حکم کو جاننا

جب یہ چار قسمیں بیس کو شامل ہوئی تو کل یہ 80 قسمیں بن گئیں ۔

س(24) چار قسموں کی تعریف کریں ۔

1. کلمہ کو جاننا ۔

یعنی مادہ اشتقاق ان اقسام کا یعنی وہ ہے کہ لفظ خاص مشتق ہے خصوص سے اور وہ انفراد ہے اور عام مشتق ہے عموم سے اور وہ شمول ہے اسی پر قیاس کیا جائے گا ۔

معنی کو جاننا ۔

یہ اصطلاحات کے مفہوم کو جاننا ہے اور وہ یہ ہے کہ اصطلاح میں خاص وضع کیا گیا ہے انفرادی طور پر معنی معلوم کیلئے اور عام وہ ہے جو مسمیات میں عام کو شامل ہو ۔

ترتیب کو جاننا۔

اس سے مراد یہ جاننا کہ تعارض میں کس کو مقدم کیا جائیگا
مثلاً جب تعارض کیا جائے ظاہر اور نص کے درمیان تو
نص کو مقدم کیا جائیگا ظاہر پر۔

حکم کو جاننا۔

اس سے مراد یہ جاننا کہ یہ قطعی ہے یا ظنی۔ واجب
موقوف جیسے خاص قطعی ہے اور عام مخصوص ظنی ہے اور متشابہ
واجب موقوف ہے۔

س (25) خاص کی تعریف اور قیودات کے فوائد بیان کریں۔

ج خاص:

اما الخاص فکل لفظ وضع لمعنی معلوم علی الانفراد

قیودات کے فوائد:

کل لفظ:

یہ جنس کی مانند ہے اور آگے والی چیزیں فصل ہیں

وضع لمعنی:

اس سے مہمل چیزیں نکل جائیں گی

معلوم:

اگر اس سے مراد "معلوم المراد" ہے تو اس سے مشترک نکل جائیں گے۔ اگر مراد "معلوم البیان" ہے تو اس سے مشترک نہیں نکلیں گے۔

الانفراد:

اس سے عام مشترک نکل جائیں گے

س (26) اس تعریف میں کل لفظ کی جگہ کل نظم کیوں نہیں لکھا۔

ج کیونکہ کتابوں میں اکثر لفظ ذکر ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی پیروی

کثرت کی وجہ لفظ استعمال کیا۔

ج: یہ اقسام صرف قرآن کی نہیں ہیں بلکہ تمام کلمات عربی کی ہیں۔ اس لیے جب خاص قرآن کی بات ہوگی تو نظم اور جب مطلقاً بات ہوگی تو لفظ استعمال ہوگا۔

(27) اعتراض:

تعریفات کے اندر لفظ کل کا ذکر کرنا مکروہ ہے تو یہاں پھر لفظ کل کیوں استعمال ہوا۔

جواب:

ضبط اور مکمل وضاحت کی وجہ سے یہاں لفظ کل استعمال ہوا۔

س (28) خاص کی اقسام مع امثلہ لکھیں۔

ج۔ خاص کی کل تین اقسام ہیں۔

خصوص جنس:

یعنی کہ جنس خاص ہو اگرچہ وہ کئی افراد پر صادق آئے جیسے (انسان)

خصوص نوع:

اس میں نوع خاص ہو اگرچہ وہ کئی افراد پر بولی جائے

جیسے (رجل)

خصوص عین:

جو معین شئ پر بولا جائے مثلاً (زید)

س (29) خاص کی اقسام میں اخص الخاص کونسی قسم ہے؟

ج. خاص کی تیسری قسم "خصوص العین" کو اخص الخاص کہلاتا ہے

---

(30) اصولیوں کے نزدیک جنس اور نوع کی تعریف کریں.

اصولیوں کے نزدیک

جنس:

یہ ایسی کلی ہے جو ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی غرضیں مختلف ہوں. جیسے (انسان)

نوع:

یہ ایسی کلی ہے جو ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی غرضیں متفق ہوں. جیسے (رجل)

س (31) منطقین کے نزدیک جنس اور نوع کی تعریف کریں۔

ج۔ منطقین کے نزدیک :

جنس :

جسکی حقیقتیں مختلف ہوں — انسان ، حیوان

حمار ←

نوع :

جسکی حقیقتیں متفق ہوں جیسے (انسان)

س (32) مرد کو پیدا کرنے کی اغراض بیان کریں۔

ج۔ **اغراض :**

مرد کو پیدا کیا گیا تاکہ وہ جنس بنے۔ امام بنے۔ قصاص کی حد لگانے والا بنے۔ جمعہ قائم کرے۔ عیدین قائم کرے اور اس کے جیسے کئی اور کام کرے۔

س (33) عورت کو پیدا کرنے کی اغراض بیان کریں۔

ج۔ عورت کو پیدا کیا گیا تاکہ وہ بچھونا بنے۔ بچے پیدا کرے۔ گھر کے کام سنبھالے۔ اور اس جیسے کئی کام کرے۔

(34) خاص کا حکم بیان کریں۔

خاص کے دو حکم ہیں۔

1. (ان یتناول مخصوص قطعا) اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے۔

2. یہ خود واضح ہونے کیوجہ سے مزید وضاحت کا احتمال نہیں رکھتا۔

---

(35) س مصنف نے اس کے حکم کی کتنی مثالیں دی ہیں۔

ج. مصنف نے پہلی چار تفریعات دوسرے حکم پر اور دوسری تین تفریعات پہلے تین حکم پر دی ہیں۔

پہلی تفریع۔

(فلا یجوز الحاق التعدیل بالامر رکوع وسجود)

نماز میں تعدیل ارکان فرض ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے امام شافعی اور امام یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں تعدیل ارکان فرض ہے۔

دلیل۔

آپ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نماز جلدی

جلدی پڑھی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا دوبارہ پڑھو گویا تم نے نماز پڑھی ہی نہیں اور ایسا تین بار فرمایا۔

امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک تعدیل ارکان رکوع سجود میں فرض نہیں بلکہ واجب ہے۔

دلیل۔

آپ دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن پاک میں رکوع سجود کا حکم مطلق ہے اور دونوں کا معنی ہمیں معلوم ہے۔ جیسا کہ ہم نے پڑھا ہے کہ خاص خود واضح ہوتے کہ وجہ سے مزید وضاحت کا احتمال نہیں رکھتا اور یہ دونوں خاص ہیں

لہذا اب ہم اسطرح عمل کریں گے کہ جس سے دونوں پر عمل ہو جائے۔ جو چیزیں دلیل قطعی سے ثابت ہیں وہ فرض اور جو دلیل ظنی سے وہ واجب ہیں۔

نوٹ۔ شیخ
نور الانوار کا قول احناف کا قول ہے۔

اصول 1

قطعی دلیل سے فرض اور ظنی دلیل سے واجب ثابت ہوتا ہے

اصول 2

اگر قرآن اور خبر واحد آمنے سامنے ہوں تو اگر تو دونوں کو ملا کر عمل کرنا ممکن ہو تو کر لیا جائے گا ورنہ خبر واحد کو چھوڑ دیا جائیگا۔

بیان کی کتنی اقسام ہیں اور خاص ان میں سے کس کا احتمال نہیں رکھتا؟

بیان کی کل چار اقسام ہیں۔

بیان تقریر	بیان تفسیر
بیان تغییر	بیان تبدیل

خاص بیان تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا لقیہ تینوں کا رکھتا ہے۔

دوسری تفریع

"وبطل فشرط ولاء وترتیب والتسمیۃ والنیۃ فی آیۃ الوضوء"

یہ خاص کے دوسرے حکم کی مثال ہے اس میں اختلاف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ۔

ان کے نزدیک پے در پے وضو کرنا فرض ہے۔

دلیل۔

حضور علیہ السلام نے ہمیشہ ایسا ہی کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ۔

وضو میں ترتیب اور نیت شرط ہے۔

دلیل۔

(انما الاعمال بالنیات)، ترتیب

(حدیث۔ اللہ پاک بندے کی نماز قبول نہیں کرتا جہاں تک کہ وہ پانی کو اسکی جگہ پر رکھے چہرہ دھوئے پھر ہاتھ دھوئے)

اصحاب ظواہر۔

تسمیہ وضو میں شرط ہے۔

دلیل:

حدیث (اسکا کوئی وضو نہیں جو تسمیہ نہ پڑھے)

احناف:

ان میں سے کوئی بھی شرط وضو میں فرض نہیں۔

دلیل:

قرآن پاک میں غسل اور مسح کا حکم آیا ہے جس میں سے ایک کا معنی بہانا اور دوسرے کا معنی پہنچانا ہے۔ اور یہ خاص ہے اسکی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کیونکہ یہ دلیل قطعی سے ثابت ہے اس لیے یہ فرض ہوگا اور بقیہ چیزیں جو حدیث ظنی سے ثابت ہیں انہیں سنت کہہ دیا جائے گا۔

س (37) پہلی تفریع میں آپ نے دلیل ظنی سے واجب کا حکم دیا اور یہاں پر سنت کا حکم کیوں دیا واجب کا کیوں نہیں دیا؟

ج. چونکہ واجب عبادت مقصودہ میں ہوتا ہے جبکہ عبادت غیر مقصودہ میں واجب نہیں ہوتا اس لیے یہاں سنت کہا۔ نماز عبادت مقصودہ ہے۔ اور وضو غیر مقصودہ۔ اس لیے نماز میں واجب کہا اور وضو میں سنت۔

سوال (38) 2.

عبادت مقصودہ اور غیر مقصودہ میں فرق بیان کریں

عبادت مقصودہ:

ایسی عبادت جو ڈائریکٹ ہو اللہ سے جیسے نماز قرآن

غیر مقصودہ۔

ایسی عبادت جو مقصودہ عبادت کیلئے ضروری ہو جیسے (وضو)

نوٹ،

عبادت مقصودہ کی منت مانی جاتی ہے جبکہ غیر مقصودہ کی منت نہیں مانی جاتی۔

تیسری تفریع۔

طواف کیلئے وضو کے شرط ہونے میں اختلاف ہے

امام شافعی علیہ رحمہ:

آپ فرماتے ہیں کہ طواف کیلئے وضو کرنا شرط ہے۔

دلیل۔

حدیث (اللہ کے گھر کا طواف کرنا نماز کی طرح ہے)۔

امام اعظم علیہ رحمہ :

آپ فرماتے ہیں کہ طواف کیلئے وضو شرط نہیں بلکہ واجب ہے ۔

دلیل ۔

آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں صرف اتنا آیا کہ گھر کا طواف کرو اور یہاں طواف لفظ خاص ہے ۔ اسکا معنی (کعبہ کے اردگرد چکر لگانا) ہمیں معلوم ہے اس لیے یہ مزید وضاحت کا احتمال نہیں رکھتا ۔ چونکہ وضو کرنا خبر واحد سے ثابت ہے اس لیے وضو کو واجب قرار دیں گے اور طواف کرنا دلیل قطعی سے ثابت ہے اس لیے طواف کو فرض قرار دیں گے ۔

س (39) اسطرح تو سات چکر لگانے کا حکم بھی قرآن میں نہیں آیا تو آپ سات چکر لگانے کو فرض کیوں کہتے ہیں ۔

ج سات چکر لگانا حدیث متواتر سے ثابت ہے جو کہ دلیل قطعی ہے (قاعدہ ، حدیث متواتر اور مشہور سے قرآن پاک کے حکم پر زیادتی کی جاسکتی ہے)
اس لیے سات چکر لگانا فرض قرار دیا ۔

چوتھی تفریع۔

(والتاویل بالاطہار فی آیۃ التربص)

لفظ قروء میں اختلاف ہے۔

امام شافعی علیہ رحمہ:

آپ قروء سے مراد طہر لیتے ہیں۔

دلیل۔

(فطلقوھن لعدتھن) اس میں جو لام ہے وہ وقت کا ہے
لہذا اس کا مطلب کچھ یوں ہوگا (فطلقوھن لوقت عدتھن)

امام اعظم علیہ رحمہ:

آپ قروء سے مراد حیض لیتے ہیں۔

دلیل۔

اس میں لفظ ثلاثہ خاص ہے۔ یہ کمی و زیادتی کا احتمال
نہیں رکھتا۔

شافعی دلیل۔

ثلثۃ قروء عینز تمییز ہیں اور یہاں قروء مذکر ہے اس لیے اس سے مراد طہر لیں گے۔

احناف رد:

سرکار علیہ السلام نے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ جب تمہیں قروء آئے تو نماز چھوڑ دو۔ اور یہ اصول عینز تمییز والے بعد کے ہیں۔

شافعی دلیل۔

چونکہ طلاق طہر میں دی جاتی ہے حیض میں طلاق دینا جائز نہیں اس لیے طہر مراد لیا۔

احناف: رد:

اگر عدت کیلئے حیض معنی مراد لیں تو تین کا عدد پورا ہوگا اور اگر طہر لیں تو تین سے کم ہوگا یا زیادہ۔ کیونکہ طہر میں جب طلاق دی گئی تو طہر کا کچھ وقت گزر گیا ہوگا اس لیے تین طہر میں عدت پوری نہ ہوگی۔

احناف پر الزام:

احناف نے جو تین والا معنی لیا ہے وہ جمع سے لیا ہے۔ قروء کیونکہ جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔

جواب:

یہ غلط بات ہے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ صیغہ جمع کا ہو اور مراد تین سے کم ہو جیسے قرآن پاک میں ہے (الحج اشھر المعلومات) اس میں اشھر صیغہ جمع کا ہے اور اس سے مراد دو ماہ اور دس دن ہیں۔
(حج کے دو ماہ اور دس دن ہوتے ہیں، شوال، ذیقعدہ اور ذی الحج کے دس دن ہیں)

امام شافعی کی دلیل کا جواب:

فرمان الٰہی ہے (فطلقوھن لعدتھن) اسکا مطلب ہے (فطلقوھن لاجل عدتھن) مطلب ایسے وقت میں طلاق دی جائے جس کے بعد عدت کا شمار کرنا آسان ہو۔
مطلب ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں وطی نہ کی ہو۔

(بقیہ تفریعات سے پہلے پہلے ان کو اعتراضات بیان کیے جائیں گے جو شوافع نے احناف پر کیے)

★ (۴۱)

اعتراض 1

(محلیۃ الزوج الثانی بحدیث العسیلۃ لا یلغو لہ حتی تنکح زوجا غیرہ)

تمہید: اگر کسی بندے نے تین طلاقیں دیں عورت نے حلالہ کیا اور پھر پہلے شوہر سے نکاح کیا تو پہلے شوہر کو بالاتفاق تین طلاقوں کا اختیار ہوگا۔

لیکن اگر کسی نے تین سے کم طلاقیں دیں اور پھر طلاق بائنہ کے بعد عورت نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کیا۔ اس سے طلاق لینے کے بعد پہلے شوہر کے پاس آئی تو پہلے شوہر کو کتنی طلاقوں کا اختیار ہوگا اس میں اختلاف ہے۔

امام محمد و شافعی:

ان کے نزدیک بقیہ کا اختیار ہوگا

شیخین:

تین کا اختیار ہوگا۔

اعتراض 2

امام اعظم علیہ رحمہ نے یہ مسئلہ (حتی تنکح زوجا غیرہ) سے لیا ہے۔ حالانکہ آیت میں موجود لفظ "حتی" خاص ہے اسکا معنی معلوم ہے (انتہائے غایت) اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو دوسرا شوہر ہے وہ تین طلاقوں والی حرمت کو ختم کریگا۔ لہذا اس سے یہ بات بالکل ثابت نہیں ہوتی کہ ہر صورت میں حلالے کے بعد تین کا اختیار ہوگا۔ اسے حلت جدید کہتے ہیں۔

جواب اوّل۔

جب حلالہ حرمت غلیظہ کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو کیا جو غلیظہ سے کم ہے اسکو ختم نہیں کر سکتا۔

جواب ثانی۔

ہم یہ حکم اس آیت سے ثابت کر ہی نہیں رہے ہم حدیث اصلیہ سے ثابت کر رہے ہیں۔

حدیث اصلیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے پہلے شوہر سے تین سے کم طلاقوں کے بعد دوسرے شوہر سے شادی کی اور اب میں دوسرے شوہر سے

طلاق نکیر پہلے سے نکاح کرنا چاہتی ہوں کیونکہ دوسرا شوہر عنین ہے
تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اپنے پہلے شوہر کیطرف لوٹنا چاہتی
ہو تو ضروری ہے کہ تو اسکا اور وہ تیرا مزہ چکھ لے۔

قاعدہ۔

یہاں لفظ لوٹنا خاص ہے اور خاص اپنے معنی کو قطعی
طور پر شامل ہوتا ہے۔ اور یہ لفظ کل پر بولا جاتا ہے تو
جب اختیار ہو گا تو جز پر بھی ہو گا۔

عنین:

ایسا مرد جو وطی پر قادر نہ ہو۔ اسکو حاکم وقت
ایک سال کا وقت دیگا اگر یہ قادر ہو جائے تو
ٹھیک ورنہ اسکی اور اسکی عورت میں علیحدگی کروادی
جائے گی۔

اعتراض: (43)

"وبطلان العصمة عن المسروق بقوله جزاءً
لا بقوله فاقطعوا"

عبارت کی وضاحت

جواب:

تمہید:

چور کوئی چیز چوری کرے تو بدلے میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اب اگر چوری شدہ مال اس کے پاس ہے تو بالاتفاق واپس دیا جائیگا۔ اگر ہلاک کر دیا تو بالاتفاق تاوان لازم اگر ہلاک ہو گیا تو اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعی: تاوان لازم

امام اعظم: تاوان باطل

چوری شدہ مال

- موجود ہے ← بالاتفاق واپس
- نہیں ہے
  - ہلاک ہوا ← اختلاف
  - ہلاک کیا ← بالاتفاق تاوان لازم

احناف کی دلیل:

جب چور چوری کا ارادہ کرتا ہے تو تھوڑی دیر پہلے وہ چیز مالک کی ملکیت سے نکل کر اللہ کی ملکیت میں ہو جاتی ہے۔ اب وہ چیز مالک کے حق میں مال غیر متقوم بن جاتا ہے۔ اب اس نے چوری کی تو اللہ پاک کی ملکیت سے کی اور اللہ پاک تاوان

لیئے سے پاک ہے اس لیے اس پر تاوان لازم نہ آئے گا۔

(44) **شوافع کا اعتراض۔**

احناف کے نزدیک (عصمت) کا باطل ہونا اللہ پاک کے فرمان (فاقطعوا) سے ثابت ہے۔ اور یہ لفظ خاص ہے اسکا معنی معلوم ہے (ہاتھ کو گٹ سے کاٹنا) اب اس آیت سے یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے۔ لہذا آیت سے حفاظت کرنا یہ خاص کے حکم پر زیادتی ہے اور یہ جائز نہیں۔

امام اعظم کا جواب۔

اوّل، حفاظت کا باطل کرنا ہونا (فاقطعوا) سے ثابت نہیں بلکہ (جزاء) سے ثابت ہے کیونکہ جب لفظ جزا سزا کے طور پر واقع ہو تو اسکا مطلب ہوتا ہے جو اللہ کے حق کے طور پر ثابت ہو اور وہ ثابت تب ہوگی جب چیز اللہ کے پاس سے چوری ہو۔ لہذا شریعت نے سزاء میں ہاتھ کاٹنے کی قید لگائی۔ اس لیے تاوان کی حاجت نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں اگر مال ہے تو واپس کرے۔

دوم۔

جزاء یہاں کافی ہونے کے معنی دلیل ہے۔

پانچویں تفریع

(صح ایقاع الطلاق بعد الخلع)

(یہ تفریع ہے اس حکم کہ خاص کا مدلول قطعی ہوتا ہے)

تمہید:

خلع فسخ نکاح ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے

امام شافعی:

خلع فسخ نکاح ہے اس کے بعد نکاح باقی نہیں رہتا تو طلاق بھی نہیں ہوگی۔

دلیل:

فرمان الٰہی (فان طلقها) اسکا تعلق (الطلاق مرتان) سے ہے۔ جب کہ ان کے درمیان جملہ معترضہ کے طور پر خلع کا بیان ہے۔ چونکہ خلع فسخ نکاح ہے تو اس کے بعد طلاق نہیں ہو سکتی۔

احناف:

خلع طلاق ہے اس کے بعد بھی طلاق ہو سکتی ہے۔

دلیل:

فرمان الٰہی (الطلاق مرتان) اس کے بعد خلع کا ذکر ہے۔ اس آیت سے پتا چلا کہ خلع میں عورت کا کام فدیہ دینا ہے اور مرد کا کام طلاق دینا ہے۔ اس کو فسخ نہیں کہیں گے

کیونکہ فسخ کیلئے دونوں جانبوں کا راضی ہونا ضروری ہے اور وہ بغیر فدیے کے ہوتی ہے۔

(احناف کی طرف سے شوافع کارد)

فاقطعوا میں لفظ (ف) خاص ہے اسکا مطلب ہے اب طلاق کو خلع کے بعد ذکر کیا گیا ہے لہذا ضروری ہے کہ خلع کو طلاق مانا جائے۔

(45) اعتراض امام شافعی:

اسطرح تو چار طلاقیں ہو جائیں گی

جواب:

چار نہیں ہونگی کیونکہ خلع مستقل طلاق نہیں ہے یہ (الطلاق مرتان) کے تحت ہے یعنی یہ شروع والی دو طلاقیں ہیں چاہے ڈائریکٹ ہو جائیں یا فدیے سے تو کام چل جائے گا۔ اگر پھر فان طلقها کہا تو حلالے کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

گویا قرآن پاک نے یوں فرمایا۔ (الطلاق مرتان سواء کان رجعیین لمکان فی ضمن المرتین)

چھٹی تشریح .

ووجب مہر المثل بنفس العقد فی المفوضہ) وضاحت کریں .

عبارت خاص کے حکم پر چھٹی تفریع ہے پہلے ایک فائدہ اور تمہید ملاحظہ فرمائیں ،

★ فائدہ ۔ (مفوضہ) اس کو اسم فاعل بھی پڑھ سکتے ہیں اسکا مطلب وہ عورت جو اپنا نکاح خود کرے بغیر مہر کے .

★ اور اس کو اسم مفعول بھی پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں معنی ہوگا عورت کا ولی بغیر مہر کے اسکی شادی کرے ۔

ہمارا سبق دوسری صورت کے بارے میں ہے .

تمہید

★ امام شافعی ،

دوسری صورت میں فرماتے ہیں کہ وطی کرنے سے ہی حق مہر لازم ہوگا اگر اس سے پہلے کسی ایک کا انتقال ہوجائے تو لازم نہیں ہوگا .

★ احناف ،

عقد نکاح کے وقت ہی کامل مہر شوہر کے ذمے لازم ہوجاتا ہے لیکن اسکی ادائیگی یا تو وطی کے وقت یا کسی ایک کی موت کے وقت ہوگی .

(46) دلیل: فرمان الٰہی (ان یبتغوا باموالکم) باموالکم
لفظ خاص ہے۔ اس میں (ب) خاص ہے اسکا معنی الصاق
یعنی ملا ہوا ہے۔ اور خاص اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل
ہوتا ہے۔
اس آیت کے اندر (ان یبتغوا) خاص ہے اسکا معنی ہے
تلاش۔ اور یہ بیوی کی تلاش کرنا ہے۔
تو دونوں صورتوں کا مطلب یہ ہے کہ حق مہر کو تلاش کرنا
ہوگا ملک بضعہ سے۔

(47) اعتراض:
اس سے سمجھ یہ آرہا ہے کہ عورت کو حاصل کرنا حق مہر
کیساتھ ملا ہوا ہے اگر نکاح فاسد ہو تو مال کا لازم ہونا ضروری
ہے جبکہ اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح فاسد میں وطی تک حق مہر
موقوف ہوگا۔
جواب:
ابتغاء سے مراد ابتغاء صحیح ہے یعنی صحیح طریقے
سے تلاش کرنا اور اب ابتغاء فاسد کی بات کر رہے ہیں لہذا یہ آپ کا
اعتراض درست نہیں ہے۔

نوٹ:
اس طرح اگر اجارہ، نکاح منعقدہ ہو تو مال لازم نہیں ہوگا اور پر استمتاع فاسد ہے۔

ساتویں تفریع۔

(وكان المهر مقدرا شرعا غير مضاف الى المهر)

* یہ خاص کے حکم پر ساتویں تفریع ہے۔
(حق مہر کی مقدار میں اختلاف ہے)

⇐ امام شافعی:۔
بندوں کی رائے اور اختیار کے سپرد ہے لہذا جو چیز بیع میں ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے وہی چیز مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

⇐ امام اعظم:
شریعت میں مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں بلکہ کم از کم مقرر نہیں۔

1. دلیل: فرمان الہی (قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم)
اس میں لفظ فرضنا خاص ہے

* متکلم کی ضمیر خاص ہے (وما ملکت ایمانهم) سند لسنت خاص ہے۔

2 دلیل: چوری میں دس درھم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ شریعت میں ایک عضو کی مقدار دس درھم ہے۔ لہذا ملک بضع پر قبضہ بھی دس درھم سے کم میں نہیں ہوگا

نوٹ:

لفظ کا عطف لفظ پر ہو تو حکم ایک ہونا ضروری ہے

اور اگر جملے کا عطف جملے پر ہو تو ایک حکم ہونا ضروری نہیں۔

امام شافعی:

آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ (فرضنا) (اوجبنا) کے معنی میں ہے

دلیل:

اس پر قرینہ بھی موجود ہے جو کہ "فرضنا" علیٰ کیساتھ متعدی ہے۔

(وما ملکت کا عطف بھی ازواجھم پر ہے):

(48) # امر کا بیان:

اس باب میں آٹھ چیزوں پر بحث کی جائے گی

1 امر کی تعریف۔

2 امر کا موجب

3 امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں۔

4 امر کا حکم

5 امر کے حسن کا بیان۔

6 قدرت کی بحث۔

7 مامور بہ کی اقسام۔

8 کیا کفار بھی امر کے مخاطب ہیں۔

س (49) **امر کی تعریف اور قیودات کے فوائد بیان کریں۔**

ج **ترجمہ:**

قائل کا اپنے غیر کو افعل کہنا بلندی چاہتے ہوئے۔

(50) **اعتراض:**

امر کو نہی پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب:

امر کو نہی پر مقدم اس لیے کیا گیا کہ امر کا مفہوم وجودی ہے

اور نہی کا مفہوم عدمی ۔

نوٹ:

امر سے مراد ھمزہ، م، ر نہیں ہے بلکہ امر سے مراد مصداق امر ہے یعنی امر جس پر دلالت کرے وہ ہے۔

★ الفاظ کی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ الفاظ جس پر دلالت کرتے ہیں وہ حقیقت ہوتی ہے۔

قیودات کے فوائد:

1. قول القائل یہ جنس کی منزلت میں ہے یہ ہر لفظ کو شامل ہے۔

2. علی سبیل الاستعلاء یہ پہلی فصل ہے۔ اس سے التماس دعا، عرض خارج ہو جائے گی۔

3. افعل یہ دوسری فصل ہے اس سے نہی نکل جائے گی۔

اعتراض:

یہ تعریف جامع معنی نہیں ہے کیونکہ یہ امر غائب متکلم، معروف اور مجہول کو شامل نہیں ہے۔

جواب:

اِفعَل سے مراد صرف امر حاضر نہیں ہے بلکہ ہر وہ صیغہ ہے جو مضارع سے بنا ہو اور امر کے طریقوں پر بنا ہو۔ چاہے وہ حاضر ہو۔ غائب ہو۔ متکلم ہو۔ کوئی بھی ہو۔

(52)

اعتراض:

وصف کا حمل ذات پر درست نہیں ہوتا بلکہ ذات کا حمل ذات پر درست ہوتا ہے۔ اسی لیے قول یہاں مقول کے معنی میں ہے۔

جواب:

یہ جو مقول ہے یہاں مقول کے معنی میں ہے اور مقول ذات ہوتا ہے۔ اسی لیے ذات کا حمل ذات پر ہو گیا۔

س (53) "ومختص مرادہ بصیغۃ لازمۃ"
اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمہ کی غرض بیان کریں۔

ج اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ اختصاص ثابت کر رہے ہیں مطلب یہ ہے امر صرف وجوب کیلئے آتا ہے اور وجوب امر سے ثابت ہوتا ہے۔ لہذا اس میں اشتراک اور ترادف کی نفی ہے مطلب ایسا نہیں ہے کہ امر وجوب کے علاوہ مباح، مستحب وغیرہ کیلئے بھی آتا ہے۔ جیسے۔ لفظ عَیْن آنکھ گھٹنا جاسوس، چشمہ وغیرہ کیلئے آتا ہے۔
اور نہ ہی یہ مترادف ہے مطلب ایسا نہیں ہے کہ وجوب امر کے علاوہ کہیں اور سے بھی ثابت ہوتا ہو۔

★ لفظ ایک ہو مراد یں کئی ہو تو اسے مشترک کہتے ہیں۔
★ مراد ایک ہو اور لفظ کئی ہوں تو اسے مترادف کہتے ہیں۔

لہذا آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے وجوب ثابت نہیں ہوگا۔

سوال (54) فعل نبی سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا نہیں نور الانوار کی روشنی میں بات واضح کریں۔

جواب اس بارے میں اختلاف ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ:

وجوب ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ وہ فعل نہ سہوا ہو نہ طبعاً ہو اور نہ ہی آپ علیہ السلام کی ذات اقدس کیساتھ خاص ہو۔

دلیل 1:

فعل بھی امر ہی کی ایک قسم ہے کیونکہ امر کی دو اقسام ہیں۔

(i) قولی (ii) فعلی

قرآن پاک میں فعل پر لفظ امر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

دلیل۔

فرمان الٰہی: "وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ"

ترجمہ: فرعون کے کام ٹھیک نہیں ہیں۔

یہاں امر سے مراد فعل ہے کیونکہ اگر یہاں قول مراد ہوتا تو اسکی صفت لفظ رشید سے نہ آتی بلکہ سدید سے آتی۔

دلیل 2۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے دن بالترتیب چار نمازوں کو قضا کیا پھر ارشاد فرمایا "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي"

اس سے ثابت ہوا کہ آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ہم پر اتباع لازم ہے۔

★ **احناف:**

فعل نبی سے وجوب ثابت نہیں ہوتا صرف قول نبی سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

دلیل:

نبی رحمت، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرما دیا۔ اور جب آپ علیہ السلام نے نماز میں نعلین مبارک اتارے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی اتار دیے۔ تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع فرما دیا کہ تم نہ اتارو۔ اس سے ثابت ہوا کہ فعل نبی سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ قول نبی سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

★ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا حضور علیہ السلام نے صوم وصال رکھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی صوم وصال رکھا تو صوم وصال میں آپ پر ہوا فقت پر آپ نے منع فرما دیا۔ لیکن ارشاد فرمایا کون ہے تم میں میری مثل کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے یعنی تم رات اور دن کے مسلسل روزوں

کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اور مجھے روحانی قوت اللہ پاک کے ہاں سے ہوتی ہے کہ مجھے اللہ پاک کے ہاں سے کھلایا بھی جاتا ہے اور محبت کی شراب سے پلایا بھی جاتا ہے۔

اور اسی وجہ سے مجاہدین امت کو دیکھا گیا ہے کہ وہ چلہ گاہوں میں پانی کے ایک قطرے سے افطار کرتے ہیں تاکہ کراہت کی حد سے نکل جائیں۔ اور یہ فرض اور نفل روزوں کے بارے میں برابر ہے

امام شافعی کا رد:

وہاں جو وجوب ہے وہ فعل نبی سے نہیں بلکہ قول نبی سے ثابت ہوا ہے۔

یعنی وجوب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "صلوا کما رأیتمونی اصلی" سے ثابت ہوا ہے نہ کہ فعل سے کیونکہ اگر فعل واجب ہوتا تو محض فعل بیان کرنے کیساتھ اسکی پیروی کی جاتی اور اس قول کیطرف بالکل ضرورت نہ پڑتی۔

63

س (ڈی)

امر کا موجب کیا ہے؟

اس میں اختلاف ہے۔

پہلا قول:

امر کا موجب ندب ہے۔

عقلی دلیل:

امر طلب کیلئے آتا ہے اور اس میں جانب فعل راجح ہونا ضروری ہے تاکہ فعل طلب کیا جا سکے اور طلب کا ادنی درجہ ندب ہے۔

نقلی دلیل:

فرمان الہی ﴿فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا﴾

ترجمہ:

بالاتفاق یہاں امر ندب کے معنی میں ہے۔

دوسرا قول

امر کا موجب مباح ہے

عقلی دلیل۔

امر طلب کیلئے آتا اور اس میں جانب فعل راجح ہونا ضروری ہے۔ تاکہ فعل طلب کیا جا سکے اور طلب کا ادنی درجہ مباح ہے۔

نقلی دلیل۔

فرمان الٰہی ﴿واذا حللتم فاصطادوا﴾

ترجمہ: "اور جب تم احرام سے باہر آجاؤ تو تم شکار کرو"

بالاتفاق یہاں امر مباح کیلئے ہے۔

تیسرا قول۔

امر کا موجب توقف ہے

دلیل۔

امر سولہ معانی کیلئے آتا ہے۔

(i)	الوجوب	(ii)	الاباحۃ
(iii)	الندب	(iv)	التہدید
(v)	التعجیز	(vi)	الارشاد
(vii)	التسخیر	(viii)	الامتنان
(ix)	الاکرام	(x)	الاہانۃ
(xi)	التسویہ	(xii)	الدعاء
(xiii)	التمنی	(xiv)	الاحتقار
(xv)	التکوین	(xvi)	التادیب

تو جیسا قرینہ ویسا معنی ہوگا اور اگر کوئی قرینہ نہ ہو تو توقف

چوتھا قول۔

حظر کے بعد امر اباحۃ کیلئے ہوتا ہے اور حظر سے پہلے وجوب کیلئے ہوتا ہے۔

دلیل۔

عقل کا تقاضا یہی ہے کہ ایسا ہو مطلب احرام سے پہلے جو شکار سے منع کیا گیا وہ وجوب کیلئے ہے اور جو احرام سے باہر آنے کے بعد شکار کیلئے کہا گیا وہ اباحت کیلئے ہے۔

پانچواں قول (امام اعظم علیہ الرحمہ)

امر کی حقیقت وجوب کیلئے ہے۔ چاہے وہ حظر سے پہلے ہو یا بعد میں تو لہذا جب اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ پایا جائے تو اس کو وجوب پر ہی محمول کیا جائے گا۔

(56)

★ امر کا موجب وجوب ہے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل 1 (الف)

فرمان الہی (وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم)

اس لئے کہ اسکا معنی جب اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول علیہ السلام کسی کام

تو مومن اور مومنہ کیلئے نہیں ہے یہ کہ ان کیلئے آقا و مولیٰ علیہ السلام کے حکم میں کوئی اختیار نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ اگر چاہیں تو اسکو قبول کریں اور اگر چاہیں تو قبول نہ کریں بلکہ ان کے حکم کو پورا کرنا واجب ہے۔

اور یہ نہیں ہوگا مگر کہ واجب ہیں۔

دلیل ۱ (ب)

اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

(ما منعک الا تسجد اذ امرتک) یعنی جب میں نے تجھے حکم دیا تو تجھے کچھ اختیار نہ تھا تو تم نے سجدہ پھر کیوں ترک کیا اگر اس میں اختیار ہوتا تو شیطان کو سزا نہ ملتی۔

دلیل ۲۔

جب کوئی امر کو ترک کرتا ہے تو سزا کا مستحق ہوتا ہے اور سزا وجوبی چیز پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ اختیاری چیز کو ترک کرنے پر۔

فرمان الہی (فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنہ او یصیبھم عذاب الیم)

یعنی ڈریں جاہلیہ کہ ڈریں جنہوں نے رسول علیہ السلام کے حکم کی مخالفت کی اور اس کو ترک کرتے ہیں یہ کہ انہیں دنیا میں فتنہ پہنچے گا اور

آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

(۲۱)

اعتراض:

مذکورہ دلیل میں محل استدلال یخالفون ہے یہ
الفاظ کیلئے آتا ہے نہ کہ ترک عمل کیلئے اور آپ کا دعویٰ ترک
عمل ہے لہٰذا دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔

جواب:

سیاق کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ امر
وجوب کیلئے ہے تو دلیل کیطرف ضرورت نہیں ہے اور
مصادرۃ علی المطلوب ہے۔
اور فصحاء عرب کے کلام میں مخالفت کا اطلاق
ترک عمل پر ہی ہوتا ہے۔

دلیل 3:

اجماع کی دلالت اس پر کہ امر وجوب کیلئے آتا
ہے اس لیے کہ جب کوئی کسی سے کوئی فعل طلب کرتا ہے تو امر کے
لفظ کیساتھ کرتا ہے۔ اور کمال طلب وجوب ہے۔ دلالت اجماع

اس لیے کہا کہ علماء نے اس پر اجماع نہیں فرمایا بلکہ جب ان
کے دلائل اور موقف اور تحریر کو دیکھا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے
اس لیے اجماع نہیں بلکہ دلالت اجماع فرمایا۔

دلیل ۶۔

عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جسطرح افعال کا بھی جیسے
ماضی، مستقبل، حال یہ مخصوص معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اسطرح
مناسب یہ ہے کہ امر مخصوص معنی پر دلالت کرے اور یہ اثبات
قیاس کرتے ہوئے لغوی نہیں ہے بلکہ یہ اصل کے عدم
اشتراک ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ اسی پر دلیل یہ بھی ہے
کہ جب آقا اپنے غلام کو کوئی کام کرنے کو کہے اور وہ نہ کرے تو
وہ اسے سزا دیتا ہے اور یہ اس پر دال ہے کہ موجب امر وجوب
ہے ورنہ سزا نہ ملتی۔

س (58) امر اباحت اور ندب میں حقیقت استعمال ہوتا ہے یا مجاز؟

ج جب امر سے اباحت یا ندب مراد لیا جائے یعنی جب امر سے
اباحت یا ندب مراد لیا جائے گا تو وجوب کی طرف بھیرا جائیگا۔
تو اُس وقت اس میں اختلاف ہے۔

پہلا قول: امام فخر الاسلام کا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بطور حقیقت استعمال ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک وجوب کا بعض حصہ ہے اور کسی شئے کا بعض حصہ ہونا حقیقت قاصرہ ہوتی ہے۔

وجوب کا معنی:

جواز الفعل مع حرمۃ الترک

اباحت کا معنی:

جواز الفعل مع جواز الترک

ندب کا معنی۔

جواز الفعل مع رجحانہ۔

پس وہ ان دونوں میں سے ہر ایک وجوب کے معنی کے بعض حصہ میں استعمال کیا گیا ہے اور وہ حقیقت قاصرہ کا معنی ہے حقیقتاً کے لفظ کیساتھ مراد لیا گیا ہے۔

جمہور کا قول ہے۔

اکثر ان میں بطور مجاز استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اپنے اصلی معنی سے تجاوز کر چکا ہوتا ہے اور وہ اصلی معنی وجوب ہے۔

وجوب کا معنی۔

جواز الفعل مع حرمۃ الترک۔

اباحت کا معنی۔

جواز الفعل مع جواز الترک

ندب کا معنی۔

رجحان الفعل مع جواز الترک۔

الحاصل:

جنہوں نے جنس کی طرف غور وفکر کیا ہے جو وہ فقط نقل کے جائز ہونا ہے یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ اسکا معنی بعض میں مستعمل ہے تو وہ حقیقت قاصرہ ہوگی۔

اور جنہوں نے جنس اور فصل تمام کی طرف غور وفکر کیا ہے یہ گمان کرتے ہوئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک الگ معانی رکھتے ہیں تو یہ مجاز ہوگا۔

71

س (59) کیا امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں؟ دلائل سے واضح کریں۔

جواب اس میں اختلاف ہے۔

پہلا قول (مؤقف):

پہلا مؤقف امام ابو اسحٰق اسفرائنی کا ہے۔ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے۔

دلیل۔

جب حج کا حکم نازل ہوا تو ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ صرف اس سال کیلئے ہے یا ہمیشہ کیلئے اور وہ صحابی اہل لغت میں سے تھے ان کا سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے لیکن کیونکہ اس میں حرج عظیم تھا تو اس سے بچنے کیلئے سوال کر دیا۔

دوسرا مؤقف۔

دوسرا مؤقف امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے فرماتے ہیں کہ امر تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

دلیل۔

اِضْرِبْ یہ مختصر ہے (اُطْلُبُ مِنْکَ ضَرْبًا)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں ضرب نکرہ ہے اور نکرہ سیاق اثبات میں خاص ہوتا ہے لیکن عمومیت کا احتمال رکھتا ہے۔

★ توقف اول اور ثانی میں فرق۔

پہلے میں امر تکرار کا موجب ہے اور دوسرے میں محتمل ہے۔ موجب نیت کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے اور محتمل نیت سے ثابت ہوتا ہے۔

تیسرا توقف۔

تیسرا موقف اصحاب شوافع کا ہے فرماتے ہیں امر جب کسی شرط کیساتھ معلق ہو یا کسی صفت کیساتھ موصوف ہو تو تکرار کا تقاضا کرتا ہے۔

شرط کی مثال۔

(ان کنتم جنبا فاطّہّروا)

صفت کی مثال۔

(السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما)

چوتھا قول،

جو چوتھا قول احناف کا ہے فرماتے ہیں کہ امر نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے نہ احتمال رکھتا ہے جیسے

(صَلُّوا علیہ وسلموا تسلیما)

صَلُّوا کا معنی یہ ہے (افعلوا فعل الصلوۃ مرۃً)

إنّ صیغۃ الأمر مختصرۃ من طلب الفعل بالمصدر.

امر نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے نہ ہی احتمال رکھتا ہے

امر طلبِ فعل بالمصدر سے مختصر ہے یعنی اِضْرِبْ سے أُطْلُبْ مِنْكَ ضَرْبًا سے مختصر ہے اور صَلُّوا یہ أطلب منك الصلوۃ سے مختصر ہے تو اس مختصر منہ میں عدد کا احتمال نہیں ہے

اصول ہے کہ الفاظ واحدہ میں وحدت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اعتراض:

جب امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا تو نمازیں بار بار کیوں پڑھتے ہیں۔

جواب: مذکورہ عبادتیں امر کی وجہ سے نہیں بلکہ اسباب

کی وجہ سے ہیں کیونکہ سبب کا تکرار مسبب کے تکرار پر تقاضا کرتا ہے یا دلالت کرتا ہے۔

لہٰذا جب وقت پایا جائے گا تو نماز واجب ہے اور رمضان آئے گا تو روزہ واجب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ زندگی میں حج ایک ہی بار فرض ہے کیونکہ حج کا سبب بیت اللہ شریف ہے اور وہ ایک ہے۔

(55) **اعتراض:**

وقت نفس وجوب کیلئے سبب ہے اور امر وجوب ادا کیلئے سبب ہے تو سبب امر سے جدا کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب:

ہر سبب کے پائے جانے کے وقت اللہ پاک کی جانب سے گویا امر متکرر ہوتا ہے لہٰذا عبادات کا تکرار امر متجددہ حکمیہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

★

ایسے ہی اسم فاعل بھی عمل کرتا ہے مطلب نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے نہ احتمال رکھتا ہے کیونکہ اسم فاعل بھی مصدر سے بنتا ہے

س (61) چوری کی حد میں اختلاف آئمہ بیان کریں۔

ج اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعی علیہ رحمہ:

پہلے سیدھا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر الٹا پاؤں۔ پھر الٹا ہاتھ اور پھر سیدھا پاؤں۔

دلیل۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو چوری کرے اسکو کاٹ دو۔ پھر چوری کرے اسکو کاٹ دو۔ پھر چوری کرے اسکو کاٹ دو۔ پھر چوری کرے اسکو کاٹ دو۔ یہ آپ علیہ السلام نے چار مرتبہ ارشاد فرمایا۔

احناف۔

تیسری مرتبہ کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا بلکہ اسے قید کر دیا جائیگا یہاں تک کہ توبہ کرے۔

دلیل۔

(السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما)

اس آیت مبارکہ میں السارق اسم فاعل ہے۔ جو لغۃً مصدر پر دال ہے۔ مصدر میں یا فرد حقیقی مراد ہوتا ہے یا فرد حکمی۔

* فرد حقیقی سے مراد ایک چوری ہے
* فرد حکمی عمر کے آخری حصے میں پتہ چلے گا۔

اب مرنے سے پہلے پہلے فرد حکمی پر عمل نہیں ہو سکے گا۔

اب فرد حقیقی پر عمل کرتے ہوئے ایک ہی بار چوری پر صرف ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اسی طرح اس آیت میں لفظ فاقطعوا خاص ہے۔ اور یہ بھی بیان کا احتمال نہیں رکھتا۔

اعتراض۔ (62)

ابھی آپ نے کہا کہ فرد حقیقی پر عمل کرتے ہوئے ایک ہی بار ہاتھ کاٹا جائیگا لیکن اوپر آپ کہہ رہے ہیں کہ دو بار ہاتھ کاٹ کر قید کر دیا جائیگا۔ تو فرد حقیقی تو دو بار ہوا۔

جواب۔

پاؤں کا ذکر آیت میں موجود نہیں لیکن اس کو کسی دوسری نص سے ثابت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خبر واحد کے علاوہ۔

کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور کتاب اللہ قطعی ہے۔

اصول یہ ہے کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کر سکتے
بر خلاف کوڑوں کے۔ کیونکہ کوڑوں کی صورت میں جسم باقی
رہتا ہے۔ تو لہٰذا جب جب کوئی زنا کرے گا تو اسے کوڑے لگائے
جائیں گے۔

(63)

س: امر کے حکم کی اقسام پر نوٹ لکھیں.

جواب: امر کے حکم کی دو اقسام ہیں.

(i) اداء (ii) قضاء

★ اداء

ھُوَ تَسْلِیْمُ عَیْنِ الْوَاجِبِ بِالْاَمْرِ

یعنی امر کے ذریعے جو چیز واجب ہوئی اس کے عین کو سپرد کرنا.

(64)

اعتراض:

• آپ نے تعریف میں سپرد کرنے کا ذکر کیا حالانکہ جو سپرد کرنا ہوتا ہے
وہ تو ذات ہوتی ہے وصف نہیں ہوتا لیکن آپ نے تعریف میں کہا
کہ سپرد کرنا.

جواب:

یہاں تسلیم کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا

جیسے نماز پڑھتے تو عدم سے وجود میں بدلتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں تو عدم سے وجود میں بدلتے ہیں۔

قضاء:

هُوَ تَسْلِيمُ مِثْلِ الْوَاجِبِ بِهِ

یعنی واجب کی مثل سپرد کرنا۔

(65) **اعتراض:**

قضاء کی تعریف میں من عنده کی قید کا اضافہ ہونا ضروری ہے تاکہ یہ پتا چل سکے کہ آج کے دن کی ظہر پڑھ رہا ہے اور اس سے کل والی ظہر نکل جائے گی۔

جواب:

اس قید کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات مشہور ہے۔

(66) **اعتراض:**

قضاء کی تعریف نفل کی قضاء کو شامل نہیں کیونکہ وہ تو نفل ہوتے ہیں جبکہ تعریف میں آپ نے واجب کہا ہے؟

جواب:

نفل شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتے ہیں اور ان کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ تو لہذا واجب کو پورا کرنا لازم ہوگا۔

س (67) کیا ادا اور قضاء میں سے ہر ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب بطور مجاز ایسا بالکل کر سکتے ہیں۔ لہذا قضاء کی جگہ ادا اور ادا کی جگہ قضاء کرنا درست ہے۔

امام فخر الاسلام کے نزدیک۔

امام فخر الاسلام کے نزدیک قضاء عام ہے اسکا استعمال ادا اور قضاء دونوں میں ہو سکتا ہے کیونکہ قضاء کا مطلب ہوتا ہے "ذمے سے فارغ ہونا" لیکن ادا میں شدت رعایت کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لیے وہ صرف ادا میں ہی استعمال ہو سکتا ہے۔

(68) اعتراض۔

جب ادا میں شدت کا معنی پایا جاتا ہے تو اگر کوئی شخص شعبان کے مہینے کو رمضان گمان کر کے روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ درست ہونا چاہیے کیونکہ وہ شدت کا اہتمام کر رہا ہے۔

جواب:

درست نہیں ہے کیونکہ ابھی رمضان کے روزے کا سبب نہیں پایا گیا۔

(69) اس شعر کی وضاحت کریں۔

الذئب یأدو للغزال یأکلہ

ترجمہ: بھیڑیا گھات لگاتا ہے ہرن کے لیے تاکہ اسے کھائے

جواب: یہ شعر امام فخر الاسلام کے موقف کی تائید ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ لام صرف اداء میں استعمال ہوگا۔ قضاء میں نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس میں شدت پائی جاتی ہے۔

س (70) کیا قضاء کے لیے سبب جدید کا ہونا ضروری ہے یا جو سبب اداء کے لیے تھا اُس سے کام چل جائے گا۔

جواب: اکثر احناف کے نزدیک وہی سبب کافی ہے لہذا (اقیموا الصلوۃ) جس طرح ادا کا سبب ہے ایسے ہی قضاء کا سبب ہے۔

عراقی احناف اور اکثر شوافع یہ فرماتے ہیں کہ قضاء کے لیے سبب جدید کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا اداء کا سبب وہی ہے کہ (اقیموا الصلوۃ) اور قضاء کا سبب حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے

جو سویا اور بھول گیا اسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے وہی اُس کا وقت ہے۔

اور روزے کے بارے میں فرمان الٰہی ہے۔

تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو وہ بعد میں پورے کر لے

اگر کسی قضا کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے تو وہ تفویت (یہ بھی نص کے قائم مقام ہے) اس کیلئے نص ہو جائے گی۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ کا رد۔

قضا کیلئے جو آپ نے آیت مبارکہ اور حدیث پاک پیش کی ہے وہ قضا کا سبب نہیں بن رہا بلکہ یہ اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے ہے کہ نماز اور روزے کی ادائیگی جو سابقہ نص کی وجہ سے واجب ہوئی تھی۔

ثمرہ اختلاف:

اس اختلاف کا ثمرہ صرف فوات میں ظاہر ہوگا لہذا رہی یہ بات کہ ہمارے فوات میں قضا واجب ہے اور شوافع کے نزدیک نہیں ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ایک قول یہ ہے کہ فوات بھی تفویت کی طرح ہے۔ یعنی نص کے قائم مقام ہے۔

* تخریج شدہ مسائل۔

1. حضر کی قضا کو سفر میں چار رکعتیں پڑھنا۔
2. سفر کی قضا کو حضر میں دو رکعتیں پڑھنا۔
3. جہری نماز کی قضا دن میں جہر سے کرنا
4. سری نماز کی قضا کیلئے رات میں سر کرنا۔

شوافع کے دلائل۔

* حالت مرض کی نماز کی قضاء حالت صحت میں صحت والے طریقہ سے ادا کرنا۔

* حالت صحت کی نماز کی قضاء حالت مرض میں مرض والے طریقے سے ادا کرنا۔

اعتراض: (71)

کسی شخص نے رمضان میں اعتکاف کرنے کی منت مانی پھر اس نے روزہ تو رکھا مگر مرض کی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکا۔ تو دوسرے رمضان میں اسکی قضاء نہیں کر لیگا بلکہ نفلی روزہ رکھ کر قضاء کر لیگا۔

اب اگر قضاء کا وہی سبب ہوتا جو اداء کا سبب ہے تو دوسرے رمضان میں اس اعتکاف کی قضاء درست ہونی چاہیئے تھی۔ جیسے (یہ قول امام زفر کا ہے) یا قضاء بالکل ساقط ہو جاتی (یہ قول امام ابو یوسف کا ہے) حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ نفلی روزہ رکھ کر قضاء کرنا ضروری ہے۔

جواب:

جناب روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہوتا لہذا جب کوئی اعتکاف کی منت مانے گا تو گویا کہ وہ ساتھ ہی روزے کی منت مان لیتا ہے۔ اب لازم تو یہ تھا کہ اعتکاف کی منت سے نفلی روزے بھی لازم ہوتے لیکن چونکہ اصول یہ ہے کہ رمضان میں عبادت کرنا غیر رمضان سے افضل ہے۔ تو نفل روزوں سے فرض روزوں کی طرف منتقل ہو گئے۔

لیکن جب موجودہ رمضان گزر گیا تو روزے اپنی اصل حالت پر باقی آ گئے تو اب گویا کہ اللہ تعالی کی طرف سے یوں حکم ہوا کہ

صوموا النفل واعتکفوا فیہ

★ اعتراض (72)

جناب یہ جو فضیلت ہے وہ اگلے رمضان میں حاصل نہیں کر سکتے۔

جواب:

اگلے سال یعنی دوسرے رمضان تک

زندہ رہنا یہ وہم کی بات ہے تو اگلے رمضان تک
فضیلت کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔

"سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں"

س (73) ادائے کی کتنی اقسام ہیں؟

ج اوّلاً ادا کی دو قسمیں ہیں۔

i) ادائے محض (ii) ادا شبیہ بالقضاء

پھر آگے ادا محض کی دو قسمیں ہیں۔

i) کامل (ii) قاصر

(i) ادا محض،

جو کسی بھی طرح قضا کے مشابہ نہ ہو۔ نہ تو وقت کے تبدیل ہونے کی حیثیت سے اور نہ ہی التزام کی حیثیت سے۔

(i) کامل:

جس وجہ پر کوئی چیز مشروع ہوئی اسی وجہ پر اسے ادا کرنا

قاصر:

جس وجہ پر کوئی چیز مشروع ہوئی اس کے برخلاف

اسے ادا کرنا۔

(2) ادا شبیہ بالقضاء۔

جس میں قضاء کیساتھ التزام کی وجہ سے مشابہت ہو۔

* ادا کی اقسام کی امثلہ حقوق اللہ میں۔

کامل کی مثال۔ جماعت کیساتھ نماز ادا کرنا۔

قاصر کی مثال۔ اکیلے نماز ادا کرنا۔

شبیہ بالقضا کی مثال۔

امام کی فراغت کے بعد لاحق کا نماز کو مکمل کرنا یہ اس طور پر تو ادا ہے کہ نماز کا اتمام وقت کے اندر ہوا۔ لیکن یہ قضاء کے مشابہ اس وجہ سے ہے کہ جسطرح نماز لازم ہوئی تھی اس طرح اسے ادا نہیں کیا گیا یعنی مکمل ادائیگی امام کیساتھ نہیں ہوئی۔

* ادا کی اقسام کی امثلہ حقوق العباد میں۔

کامل کی مثال۔

عین مغصوب، مغصوب منہ کے حوالے کرنا یعنی بغیر کوئی نقصان کے مغصوبہ چیز واپس کرنا۔

قاصر کی مثال۔

مغصوب کو جنایت میں مشغول کر کے لوٹانا

شبیہ بالقضاء کی مثال۔

عقد نکاح کے اندر زید کے غلام کو مہر مقرر کرنا اور نکاح ہو جانے کے بعد خرید کر سپرد کر دینا۔
یہ ادا تو اس لیے ہے کہ غلام وہی ہے اور قضاء کے مشابہ اس لیے ہے کہ ملکیت بدل گئی ہے۔

* اور اصول یہ ہے کہ ملکیت بدل جانے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔

س (74) قضاء کی کل کتنی اقسام ہیں؟ بیان کریں۔

ج قضا کی اولاً دو اقسام ہیں۔

(i) قضاء محض (ii) قضا فی معنی الاداء

پھر قضاء محض کی دو اقسام ہیں۔

(i) قضاء مثل معقول (ii) قضا مثل غیر معقول۔

* قضاء محض:

جس میں حقیقۃً یا حکماً ادا کا معنی نہ پایا جائے۔

(۱) ## قضاء مثل معقول

جس میں مماثلت کا ادراک قطع نظر شریعت سے صرف عقل سے ہو سکے۔ جیسے: روزے کی قضا روزے سے۔ یہ قضاء مثل معقول ہے۔

قضاء مثل غیر معقول۔

جس میں مماثلت کا ادراک محض شریعت سے ہو عقل اس کی کیفیت کے ادراک سے قاصر ہو۔ مثلاً روزے کی قضاء فدیے سے۔ کیونکہ فدیہ، روزہ میں مماثلت کا ادراک نہیں کر سکتا اس لیے کہ روزہ نفس کو بھوکا رکھنا ہے اور فدیہ نفس کو سیراب کرنا ہے۔

آیت مبارکہ۔

"وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين"

کی تفاسیر میں ہے کہ "یطیقونه" سے قبل "لا" نافیہ محذوف ہے۔ یہاں ہمزہ سلب ماخذ کیلئے ہے۔ یہ آیت منسوخ ہے۔

قضاء فی معنی الاداء۔

جس میں حقیقۃ یا حکماً ادا کا معنی پایا جائے۔ جیسے تکبیرات عید رکوع میں قضاء کرنا۔ اس مسئلہ میں تکبیرات عیدات کے اعتبار سے قضاء ہیں۔ کیونکہ ان کا محل قیام ہے۔ لہذا رکوع میں ہونے

کی وجہ سے یہ قضا ہیں لیکن یہ ادا کے معنی میں اس وجہ سے
ہے کیونکہ یہ رکوع میں واقع ہوئی ہیں اور رکوع قیام کے
مشابہ ہے۔ اسی وجہ سے جو امام کو رکوع میں پائے وہ
رکعت کو اس کے تمام اجزاء کیساتھ پالیتا ہے۔

12 - 8 - 22

س قوله - ووجوب الفدية فی الصلوۃ للاحتیاط.
مذکورہ عبارت کی غرض بیان کریں.

ج یہ ایک اعتراض کا جواب ہے.

اعتراض: جب شیخ فانی کیلئے روزے کا فدیہ غیر معقول ہے تو ضروری ہے کہ اس حکم کا اسی مسئلہ پر اقتصار کیا جائے اور اس پر اس مسئلہ کو قیاس نہ کیا جائے کہ جس کے ذمے نمازیں باقی تھیں اور اسکا انتقال ہوگیا تو اسکی نمازوں کا فدیہ دیا جائے. کیونکہ غیر معقول مسئلہ پر کسی دوسرے مسئلے کو قیاس نہیں کیا جاتا. جبکہ آپ نے شیخ فانی کے مسئلے پر مرنے والے کی نمازوں کے مسئلے کو قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسکی نمازوں کا بھی فدیہ دیا جائے گا.

جواب: مرنے والے کی نمازوں کے مسئلہ کو ہم نے بطور قیاس نہیں بطور احتیاط ثابت کیا ہے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اصل روزے ہی کے مسئلہ میں تو خاص ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اصل کسی علت عامہ مثلاً عجز میں تو معلول ہو کہ جہاں علت ہوگی وہاں ہوگا. اور نماز تو روزے سے بھی اہم ہے لہذا ہم نے احتیاطاً فدیہ کا حکم دیا کہ اگر فدیہ

نمازوں سے کفایت کر گیا تو نبھا ورنہ وہ بدلے میں کیطرف سے صدقہ ہو جائے گا۔

(76) ★ **اعتراض**: جو چیز شرعاً غیر معقول ہو اسکے فوت ہو جانے سے اسکی قضاء لازم نہیں ہوتی لہذا قربانی کی بھی قضاء نہیں ہونی چاہیے: کیونکہ قربانی غیر معقول امر ہے کہ اس میں جانوروں کو تلف کرنا ہے۔ حالانکہ آپ کہتے ہیں کہ ایام قربانی گزر گئے اور کسی نے قربانی نہ کی تو اس پر وہ جانور یا اس کی قیمت کا صدقہ لازم ہو گا۔

جواب: کما التصدق بالقیمة عند فوات التضحیة: جانور صدقہ کرنا یا اسکی قیمت صدقہ کرنا یہ قضاء کے طور پر نہیں بلکہ احتیاطاً لازم ہوتا ہے کیونکہ ایام نحر میں قربانی کرنا ہی ~~اصل ہے~~ دو وجوہات کا احتمال رکھتا ہے

(1) ایام نحر میں قربانی کرنا ہی اصل ہو۔

(2) بعینہٖ وہ جانور یا اسکی قیمت کا صدقہ کرنا اصل تھا۔ لیکن ایام نحر چونکہ اللہ عزوجل کیطرف سے ضیافت کے دن ہیں اور ضیافت میں گوشت بہترین کھانا ہے کہ جو کہ اللہ عزوجل کے ہاں اطیب طعام ہے۔ لہذا عارض ضیافت کے پیش نظر اصل کو چھوڑ کر جانور کی قربانی کرنے کا حکم دے دیا گیا اور جب تک ایام نحر باقی رہے قربانی کرنے کا ہی حکم رہا اور جب ایام نحر گزر گئے تو ہم اصل کی طرف لوٹ آئے۔

(77)

★ اعتراض: بعینہ جانور یا اسکی قیمت کو صدقہ کرنا اگر احتیاطاً واجب ہے جیساکہ آپ نے کہا پھر تو یہ کہنا چاہیئے کہ کسی نے جانور کا یا اسکی قیمت کا صدقہ نہیں کیا حتی کہ دوسرے سال کے ایام نحر آ گئے تو اب اس جانور کی قربانی کرنا ہی واجب ہو حالانکہ آپ اب بھی اسکی قیمت یا اس کے صدقہ کرنے کے قائل ہیں۔

جواب:

دوسرے سال کے آنے تک جانور یا اسکی قیمت کو صدقہ نہ کیا تو آنے والے ایام نحر میں اسکی قربانی کرنا واجب نہیں ہوگا کیونکہ اصدق احتمال ثانی کے پیش نظر ہے نہ کہ احتمال اوّل کے پیش نظر۔ کیا آپ نے نہیں معلوم کہ اجتہاد کا جب حکم گزر جائے تو اس کے بعد والا اجتہاد اس کو تبدیل نہیں کرتا۔

س عبارت کی وضاحت کریں۔

وعلى هذا قال ابو حنيفة في القطع ثم القتل عمدًا للولي ان يفعلهما.

جواب: یہ مسئلہ وھو السابق پر پہلی تفریع ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے جان بوجھ کر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اور اس کے شفایاب ہونے سے پہلے اس کو عمداً قتل بھی کر دیا اب اس پر دونوں چیزوں کا تاوان ہوگا یا ایک کا اس میں اختلاف ہے۔

★امام اعظم علیہ الرحمہ:

ولی کو اختیار ہے مطلب پہلے اس کا ہاتھ کاٹے یا اسے قتل کرے۔

دلیل۔

ہاتھ کا ٹنا قاتل سے سرزد ہوا تو ولی کو اختیار ہے کہ وہ بھی اسطرح کر سکتا ہے تاکہ قصاص مثل کامل کیطرح ہو جائے۔ لیکن اگر ولی صرف قتل ہی کر دے تو بھی کافی ہے۔

صاحبین:

ولی صرف قصاص لے سکتا ہے ہاتھ نہیں کاٹ سکتا۔ کیونکہ جسکی گردن کاٹ دی جائے گویا اس کا سب کچھ کاٹ دیا۔ گویا چھوٹی جنایت (جرم) بڑی جنایت میں داخل ہوگئی تو لازم صرف قتل کا قصاص ہوگا

نوٹ: اصل میں یہاں پر آٹھ مسئلے مبنی ہیں۔

	قطع	قتل	
			اصل اختلاف اس میں ہے
1	عمداً	عمداً	قطع کا قصاص قتل کے قصاص میں داخل ہے
2	خطأً	خطأً	دو (جرم)
3	خطأً	عمداً	
4	عمداً	خطأً	ان صورتوں میں قتل کی صحت یابی نہ ہو۔

5-6-7-8 یا صحت یابی ہوگئی ہو۔

↓

بالاتفاق دو جرم ہوں گے

★ اقسام ما موجب ★

اداء — قضاء

حقوق اللہ

حقوق العباد

(1) لاحق کا بعد میں نماز ادا کرنا۔

(2) شادی کے بعد غلام خرید کر حق مہر دینا۔

(قضاء بمثل معقول)

(قضاء بمثل غیر معقول)

حکم (ھو السابق الی الفہم)

1. عید کی زائد تکبیرات رکوع میں کہنا۔

2. نکاح میں غیر معین غلام ذکر کرنا بعد میں اوسط کی قیمت ادا کرنا۔

(79)

س وھو السابق پر دوسری تفریع بیان کریں۔

ج ولا یضمن المثلی بالقیمۃ اذا انقطع المثلی الی یوم الخصومۃ۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کی کوئی مثلی چیز غصب کر لی اور مغصوبہ چیز ہلاک ہوگئی۔ اب یہ مثل کے ساتھ تاوان اور مثل نہ ہونے کی صورت میں قیمت کے ساتھ تاوان ہوگا۔ لیکن قیمت کس دن کی معتبر ہوگی اس میں اختلاف ہے

★ امام اعظم علیہ الرحمہ:

خصومۃ کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا

دلیل۔

کیونکہ خصومۃ سے پہلے مثلی چیز پر قادر ہونا ممکن تھا۔ لیکن خصومۃ کے بعد ہر حال میں قیمت کا ہی اعتبار ہوگا۔

★ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ:

غصب والے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

دلیل۔

جب مغصوبہ چیز کی مثل ختم ہوگئی۔ تو اب یہ چیز قیمت کے ساتھ مل گئی۔ اور قیمت والی چیز میں بالاتفاق غصب والے دن کا اعتبار ہوتا ہے۔

★ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل کا رد:

قیمی مغصوبہ چیز میں اصل مغصوبہ

چیز کو لوٹانا ہے۔ لیکن جب غاصب اس چیز سے عاجز آ جائے
تو غصب والے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

بالکل یہی صورت مثلی چیز میں بھی ہے کہ اگر اصل چیز
نہ ملے تو مثل کی طرف جائیں گے تو بندہ جب مثل سے بھی عاجز آ جائے
تو جھگڑے والے دن کا اعتبار کیا جائے گا۔

* امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک۔

یوم انقطاع کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

دلیل۔

کیونکہ اس چیز سے عاجز بندہ اس دن ہوا ہے جس دن سے
وہ چیز منقطع ہوا ہے۔

* امام محمد علیہ الرحمہ کا رد:

اگرچہ عاجز ہوا انقطاع والے دن سے ہوا
ہے لیکن اس بات کا ظہور تب ہوا ہے جس دن جھگڑا ہوا ہے۔

* فائدہ۔ اس سے ایک اصول پتا چلا تاوان اس وقت لازم ہوگا جب
عائلت پائی جائے مثل ہو یا قیمی ہو یا کامل ہو یا قاصر صورۃ ہو یا معنی
تاوان ہر حال میں لازم ہے۔

★ اصول: تاوان اس وقت لازم ہوتا ہے جب شی پائی جائے خواہ کامل ہو یا قاصر، صورۃ یا ہو یا معنیً۔

سوال: کیا منافع تلف ہو جاتے پر تاوان لازم ہے؟

جواب: المنافع لا تضمن بالاتلاف۔

یہ عبارت اس اصول پر پہلی تفریع ہے۔

وضاحت: اویس نے فیضان کا گھوڑا غصب کر لیا اس پر چند میل سفر کیا یا اپنے گھر میں باندھے رکھا، خود سواری کی نہ مالک کو سوار ہونے دیا۔
سفر ↓
سفر ↓

اب فیضان اتنے دن اپنے گھوڑے کے منافع سے محروم رہا
اب سوال یہ ہے کہ کیا فیضان اویس سے اس چیز کا تاوان لے گا یا نہیں؟ ★ اس میں اختلاف ہے۔

★ احناف:
منافع کو تلف کرنے یا اس کو روک لینے کی وجہ سے غاصب پر تاوان لازم نہیں ہے۔

★ دلیل:
مذکورہ صورت میں منافع کا تاوان یا تو منافع سے ہوگا یا قیمت سے ہوگا۔ اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔

۱) منفعت کا تاوان منفعت سے دینا باطل ہے کیونکہ سوار سوار میں فرق ہوتا ہے۔ چلنے چلنے میں فرق ہوتا ہے۔ راستے راستے میں فرق ہوتا ہے۔ گھوڑے گھوڑے میں فرق ہوتا ہے۔ اور وزن وزن میں فرق ہوتا ہے۔ اور گھوڑے کی خوراک وغیرہ میں بھی فرق آجائے گا۔

بہرحال اس میں کمی بیشی کا احتمال ہوگا لہذا منفعت سے تاوان دینا باطل ہوگا۔

۲) منفعت کا تاوان قیمت سے دینا پر بھی باطل ہے کیونکہ منافع عرض ہے۔ ذات کے بغیر ممکن نہیں۔ اور یہ مال متقوم نہیں ہے لیکن جبکہ مال متقوم ہیں۔ لہذا ایک چیز مال متقوم ہو اور دوسری غیر متقوم ہو تو یہ مماثلت نہیں ہوگی

* اعتراض،

منافع اگرچہ اعراض ہیں کہ یہ باقی نہیں ہے۔ لیکن شریعت میں پھر بھی ان پر عقد کیا جاتا ہے۔ تو لہذا یہ عین کی منزلت میں ہے

* جواب،

جو رضامندی ہے یہ اعیان اور غیر اعیان کو ثابت کرنے میں موثر ہے لیکن دشمنی میں نہیں ہے۔ اس لیے کہ جو رضامندی ہے وہ اصول اور عام فصول کو واجب کرنے میں اثرانداز ہے۔

★ شوافع:

مال سے تاوان دیا جائے گا اس صورت میں عرف میں
جتنا کرایہ بنتا ہے وہ دے گا۔

★ دلیل:

قیاس کرتے ہوئے غصب کو اجارے پر۔

★ امام شافعی علیہ الرحمہ کا رد:

یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ ابھی آپ نے رضا
مندی والا فرق واضح کیا ہے کہ یہ جو قیاس ہے وہ رضا مندی اور عدم رضا
مندی کے فرق کے مابین جائز نہیں ہے۔

مغصوبہ چیز

- عین مغصوبہ
  - جانور، گائے، درخت
    - ہلاک ← تاوان لازم
    - استھلاک ← لازم
- عین مغصوبہ
  - جانور کا بچہ، دودھ، پھل
    - ہلاک ← لازم نہیں
    - استھلاک ← لازم ہے
- منافع مغصوبہ
  - جانور پر سوار ہونا
    - امام اعظم
      - ہلاک ← لازم نہیں
      - استھلاک (فی لفظ آخر اختلاف) ← لازم نہیں
    - امام شافعی
      - ہلاک ← لازم ہے
      - استھلاک ← لازم ہے

(80) ★ **اعتراض:**

ماتن نے اتلاف فرما کر استہلاک منافع کا ذکر تو فرما دیا لیکن ہلاک منافع کا ذکر نہیں فرمایا۔ ایسا کیوں؟

★ **جواب:**

ان کا بھی ضمان نہیں ہوگا۔ کیونکہ زوائد کو ہلاک کرنے سے جب تاوان لازم نہیں ہوتا تو ان کے خود بخود ہلاک ہو جانے سے بدرجہ اولیٰ تاوان لازم نہیں ہوگا۔

★ **اصول:** السابق: ضمان تب ہوگا جب مثل پائی جائے چاہے کامل ہو یا قاصر:

★ **مسئلہ:**

(81) دوسری تفریع:

کاشف نے حسنین کو عمداً قتل کر دیا اب حسنین کے وارثوں کیلئے کاشف پر قصاص لازم ہوگیا۔ ابھی حسنین کے وارث کاشف سے قصاص لینے کا سوچ ہی رہے تھے کہ شمس الرحمن جو کہ اجنبی ہے اس نے کاشف کو (عمداً، خطأً) قتل کر دیا۔ اب اگر عمداً قتل کیا تو کاشف کے وارث قصاص لیں گے اور اگر خطأً قتل کیا تو دیت لیں گے اصل مسئلہ یہ ہے کہ حسنین کے وارثوں نے کاشف کو قتل کر کے جو لذت حاصل کرنی

تھی وہ لذت شمس الرحمن کے قتل کرنے کی وجہ سے زائل ہوگئی (یہاں لذت بمعنی منفعت استعمال کیا ہے) تو کیا اب اپنی منفعت کے زائل ہونے سے حسنین کے وارث شمس الرحمن سے تاوان لیں گے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

★ امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف:

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک منفعت زائل ہو تو تاوان نہیں ہوتا۔

★ امام شافعی علیہ الرحمہ:

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک تاوان لازم ہوگا۔

★ **شوافع کی دلیل۔**

اب یہاں قتل خطأ پر قیاس کرتے ہوئے تاوان لازم کرتے ہیں۔

حسنین ← وارثوں کیلئے قاتلوں پر قصاص لازم

کاشف ← قاتل ہے

قاتل

شمس الرحمن ← قاتل

تاوان بھی لیں گے وارثین منفعت ضائع ہونے پر

قتل

پر اجنبی ہے

★اب وارثین شمس الرحمن سے تاوان بھی لیں گے منفعت ضائع ہونے پر

★ **اصول**: ضمان تب ہوگا جب قتل پائی جائے چاہے قاتل ہو یا قاصر.

(82) **تیسری تفریع**۔

(1) شمس الرحمن کا نکاح ہوا اور اس نے دخول بھی کر لیا پھر حبیب اللہ اور کاشف نے بادشاہ سے شمس الرحمن کے خلاف شکایت کی کہ شمس الرحمن نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے تو قاضی نے شمس الرحمن اور اسکی بیوی کے درمیان جدائی کروادی اور شمس الرحمن پر بیوی کیلئے حق مہر لازم ہوگیا۔

پھر کچھ عرصے کے بعد حبیب اللہ اور کاشف نے توبہ کی اور قاضی کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کیا

جواب شمس الرحمن نے جو حق مہر دیا تھا یعنی اس کی منفعت زائل ہوئی کیا یہ حبیب اللہ اور کاشف سے تاوان کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

امام اعظم علیہ الرحمہ:

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک تاوان لازم نہیں ہوگا۔

دلیل:

منفعت کے زائل ہونے پر تاوان نہیں ہوگا کیونکہ حق مہر تو دخول کی وجہ سے لازم ہوا ہے نہ کہ شہادت کی وجہ سے۔

②*

اگر دخول سے پہلے یہ معاملہ طے پایا اور قاضی نے جدائی کروا دی اور شمس الرحمن پر بیوی کے لیے نصف حق مہر لازم کر دیا تو کیا اب ان کی توبہ کے بعد شمس الرحمن نصف حق مہر کا کاشف اور حبیب اللہ سے مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

③ امام اعظم علیہ الرحمہ

امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شمس الرحمن نصف حق مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے کیونکہ اس نے دخول بھی نہیں کیا۔

دلیل

آپ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ~~شمس الرحمن افضل~~ حق مہر ساقط ہو سکتا تھا اگر بیوی مرتد ہو جاتی یا اصول فروع کے ساتھ وطی کرے۔

(83) اعتراض 1:

جب نکاح ہوتا ہے تو ملک بضع کے بدلے حق مہر کیوں ہوتا ہے۔

(84) اعتراض 2:

جب خلع ہوتی ہے تو بیوی ملک بضع ختم کرنے کے بدلے پیسے کیوں دیتی ہے۔

جواب:

جو شریعت نے رکھا ہے اس پر عمل کرے کی وجہ سے ملک بضع کے بدلے حق مہر یا پیسے دیے جاتے ہیں۔

★ مامور بہ کے حسن کا بیان :-

س (85) کیا مامور بہ کیلئے صفت حسن کا ہونا ضروری ہے؟

ج جی ہاں ضروری ہے۔ کیونکہ امر دینے والا حکیم یعنی حکمت والا ہے مطلب یہ ہے کہ مامور بہ اس حکم سے پہلے بھی اللہ تعالی کے نزدیک حسن تھا۔

س (86) معلوم بہ کا حُسن کیسے معلوم ہوگا؟

ج اس میں اختلاف ہے۔

★ احناف : امر سے معلوم ہوگا۔

دلیل : کیونکہ مامور بہ اس حکم سے پہلے بھی اللہ تعالی کے نزدیک حسن تھا

اللہ تعالی کا کسی چیز کے بارے میں حکم دینا بھی اس بات پر دلیل ہے کہ وہ چیز حسن ہے۔

★ معتزلہ : وہ چیز اچھی ہے یا بُری اس کا حکم عقل بتائے گی شریعت کو اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔

★ امام اشعری : اس کا حکم شریعت لگائے گی عقل کا کوئی عمل دخل نہیں۔

س (87) حسن کی کتنی اقسام ہیں؟

ج دو قسمیں ہیں۔

1 حسن لعینہ:

بغیر کسی واسطے کے حسن اسکی ذات کے اندر پایا جائے جس کیلئے مامور بہ کو وضع کیا گیا ہے۔

2 حسن لغیرہ:

مامور بہ جس کیلئے وضع کیا گیا ہے اس کی ذات کے لیے حسن نہ ہو کسی اور وجہ سے ہو۔

س (88) حسن لعینہ کی اقسام پر نوٹ لکھیں۔

ج تین اقسام ہیں۔

1) وہ حسن مامور بہ سے ساقط ہونے کا احتمال (قبول) نہ رکھے بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔

مثال: تصدیق قلبی، ایمان۔

بندہ جب عاقل بالغ ہے تو تصدیق قلبی ضروری ہے تو دل سے تصدیق قلبی ساقط نہیں ہوتی۔

اقرار باللسان ساقط ہو سکتا ہے۔ تصدیق قلبی ساقط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تصدیق حسن لعینہ

ہے اور عقل یہ بات چاہتی ہے کہ اس ذات پر ہمیشہ ایمان لائے ہمیشہ اسکی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے۔

2) جو سقوط کو قبول کرے کبھی کبھار وہ عذر کسی وجہ سے ساقط ہو جائے۔ جیسے، حیض اور نفاس والی عورت سے نمازیں۔

3) جو حسن لعینہ کے ساتھ لاحق ہو اور حسن لغیرہ کے ساتھ مشابہت ہو۔ جیسے، زکوۃ، روزہ، حج

★ زکوۃ: ظاہری طور پر مال کو خرچ کرنا۔ لیکن فقیر کی حاجت کو پورا کرنا بھی ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ یہی زکوۃ کا حسن ہے۔

★ روزہ: یہ فی نفسہ تو اپنی جان کو بھوکا رکھنا اور تلف کرنا ہے لیکن اللہ پاک کے دشمن نفس امارہ پر سختی کرنا بھی ہے۔ یہی اسکا حسن ہے۔

★ حج: حج بھی فی نفسہ سفر اور مختلف جگہوں کی زیارت کا نام ہے لیکن وہ مکان کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام جگہوں پر شرف بخشا۔ اس کے شرف کی وجہ سے حج حسن ہے۔

★ یہ تمام چیزیں اختیاری نہیں بلکہ شریعت کی طرف سے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں۔

(i) فقر (ii) دشمنی (iii) جگر کی فضیلت

اس پہلے دو سائڈ نہ ہونے کی طرح ہیں اور زکوۃ روزہ، حج میں سے ہر ایک حسن لغیرہ نہیں بلکہ حسن لعینہ ہوگا۔

نوٹ

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ سے تسامح ہوا ہے۔

ان کو ذرا کثر بلکہ ہی تین اقسام نہیں بنانی چاہیے تھیں۔ ابتداً دو قسمیں بنانی چاہئے تھیں۔

(89)

س: حسن لغیرہ کی اقسام پر نوٹ لکھیں۔

ج: اس کی تین اقسام ہیں۔

★ 1: مامور بہ کو ادا کرنے سے وہ چیز ادا نہ ہو جو وجہ حسن ہے۔
مثال۔ وضو کرنے سے نماز ادا نہیں ہوگی بلکہ نماز الگ سے پڑھنی پڑے گی۔ یہ فی نفسہ اعضاء کو قصداً گرنے، صاف کرنے اور پانی استعمال کرنے کا نام ہے۔ لیکن یہ نماز کی وجہ سے حسن ہے اور جو وجہ حسن ہے (نماز) وہ اس مامور بہ (وضو) کو ادا کرنے سے ادا نہ ہوگا بلکہ اس کیلئے قصداً دوسرا فعل کرنا ضروری ہے اور وضو میں نیت کی تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔

★(2) مامور بہ کو ادا کرنے سے وہ چیز ادا ہو جائے جو وجہ حسن ہے۔
مثال 1: جہاد فی سبیل اللہ اللہ کے بندوں کو عذاب دینا ہے اور اللہ عزوجل کے ~~بندوں~~ شہروں کو ~~عذاب~~ برباد کرنا ہے لیکن یہ اعلائے کلمۃ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے حسن ہے۔ اور جو وجہ حسن (اعلائے کلمۃ اللہ) ہے وہ نفس مامور بہ (جہاد) کو ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی۔

2) لوگوں پر حدود قائم کرنا یہ فی نفسہ عذاب دینا ہے لیکن یہ لوگوں کو گناہوں سے روکنے کا سبب ہونے کی وجہ سے یہ حسن ہے

اور جو وجہ حسن (گناہوں سے روکنا) ہے وہ نفس مامور بہ (حدود) کو ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا۔

3) میت کا نماز جنازہ بھی فی نفسہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ میت کی عبادت کرنے والا ہے لیکن مسلمانوں کے حق کو پورا کرنے کی وجہ سے یہ حسن ہے۔ اور جو وجہ حسن (حق مسلم کی ادائیگی) ہے وہ نفس مامور بہ (جنازہ کی ادائیگی) کو ادا کرنے سے ہو جائے گی۔

★ 3) تیسری قسم یہ ہے کہ مامور بہ اپنی شرط میں پائے جانے والے حسن کی وجہ سے حسن ہو۔

مثال: قدرت، طاقت۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کو اس کی قدرت اور طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے

نوٹ

یہ قسم حقیقت میں کوئی قسم نہیں ہے بلکہ پچھلی پانچ قسموں کیلئے شرط ہے۔

لیکن امام فخر الاسلام نے تسامح کے طور پر اس کو بھی قسم شمار کیا ہے۔

لیکن جمہور نے اس کو الگ قسم ہی شمار کیا ہے۔

(۹۵)

★ اعتراض:

زکوۃ، روزہ اور حج وسائط لیساتھ حسن ہیں جبکہ جہاد نماز جنازہ، اقامت حدود بھی وسائط کیساتھ حسن ہیں۔ پھر زکوۃ، روزہ، حج کو حسن لعینہ اور جہاد، نماز جنازہ اور اقامت حدود کو حسن لغیرہ کیوں کہا۔

★ جواب:

زکوۃ، روزہ اور حج کے حسن ہونے کے وسائط اختیاری نہیں بلکہ پیدائشی ہیں اس لیے یہ وسائط نہ ہونے کی طرح ہیں تو زکوۃ، روزہ، حج کے حسن کو حسن لعینہ فرمایا گیا۔

اور جو جہاد، نماز جنازہ اور اقامت حدود کے حسن ہونے کے وسائط اختیاری ہیں لہذا ان کا اعتبار کیا گیا اور جہاد، نماز جنازہ اور اقامت حدود کے حسن کو حسن لغیرہ فرمایا گیا۔

لعینہ

1 ← سقوط کو قبول نہ کرے — ایمان بالقلب

2 ← سقوط کو قبول کرے — حالت مرض میں نماز

~~ملحق لعینہ مشابہ لغیرہ — زکوۃ — حج — روزہ~~

3 ← ملحق لعینہ مشابہ لغیرہ ←

- زکوۃ: مشقت مال خرچ — تفسیری حاجت ← (1)
- حج: مشقت — تفسیری والی جگہ کی زیارت ← (2)
- روزہ: مشقت — دشمن خدا پر قہر ← (3)

اعتراض - پہلے 3 واسطے لعینہ اور دوسرے 3 لغیرہ کیوں
جواب - پہلے خلقی ہیں، دوسرے اختیاری ہیں۔

لغیرہ

★1 نفس مأمور بہ کو ادا کرنے سے وہ ادا نہ ہو وجہِ حسن ہے
وضو ـــــ نماز

★2 نفس مأمور بہ کو ادا کرنے سے وہ ادا ہو جائے جو وجہِ حسن ہے۔
جیسے

جہاد: عذاب، اعلاء کلمۃ حق ← (1)
جنازہ: میت سے مشابہت، مسلمان کا حق ← (2)
حد: سزا، دوسروں کو بچانا ← (3)

★3 قدرت، سے لقبیہ یا دائم کے لیے شرط ہے۔

س (۹۱) نور الانوار کی روشنی میں قدرت کی بحث پر نوٹ لکھیں؟

ج قدرت کی دو اقسام ہیں۔ یہاں پر دوسری قسم مراد ہے۔

۱۔ قدرت حقیقی۔

جس کی وجہ سے بندہ فعل پر قادر ہوتا ہے اور وہ قدرت فعل کیلئے علت ہے۔

۲۔ وہ قدرت جو اسباب کی سلامتی اور اعضا کے صحیح ہونے کے معنی میں ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اسباب اور آلات سلامت ہوں اور اعضا صحیح ہوں تب بندہ مامور بہ کا مکلف کیا جائے گا۔

جیسے: (۱) لہذا وضو کی قدرت تب ہوگی جب پانی ہوگا اور جب پانی نہ ہو تو تیمم۔

(۲) جب بندہ سفر میں نہ ہو اور تندرست بھی ہو تو روزہ رکھتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یعنی سفر میں ہو اور تندرست نہ ہو تو قضا کرتا ہے۔

جب قبلے کا پتہ ہو تو منہ قبلے کی طرف کریں گے۔ اور اگر پتہ ہی نہ ہو تو پھر تحری کرنی ہے۔ مطلب جتنی قدرت اتنا بندہ مکلف۔

نماز کی صحت نہ ہو تو قیام پر قدرت شمار ہوگی۔ ورنہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا لازم آئے گا۔

جب دشمن کا خوف نہ ہو تو نماز قبلے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنی ہے۔ اور اگر دشمن کا خوف ہو تو جس طرف چاہے منہ کرکے نماز پڑھے۔

اور جب زادِ راہ، سواری حاصل ہو۔ اعضاء درست ہوں اور راستے کا امن بھی ہو۔ حج پر قدرت حاصل ہوگی ورنہ اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

س (۹۲) اس قدرت کی کل کتنی اقسام ہیں۔

ج مذکورہ معنی میں دو اقسام ہیں۔

① قدرت مطلق ② قدرت کامل

↓

وہ ادنی مقدار جس کے ساتھ بندہ مامور بہ کو ادا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ اسے قدرت ممکنہ بھی کہتے ہیں۔

تما نوٹ: قدرت کی یہ قسم ہر امر کی ادائیگی کے واجب ہونے کیلئے شرط ہے۔ جیسے: ظہر کی ادائیگی واجب ہونے کیلئے اسکے لیے ضروری ہے کہ اس کو اتنا وقت ملے کہ کم از کم چار فرض ادا کرسکے

★: ماتن نے قدرت کی اسی ادنی مقدار کو قدرت مطلق کا نام دیا گیا۔

سوال (93): قدرت مطلق کے حکم پر متفرع ہونے والے مسائل بیان کریں۔

ج: 1. مال ہلاک ہونے کے بعد بھی حج کا وجوب باقی رہے گا کیونکہ یہ قدرت ممکنہ کیساتھ واجب ہوتا ہے کہ زاد قلیل۔ ایک سواری وہ ادنیٰ استطاعت ہے کہ جسکے ساتھ بندہ حج کی ادائیگی پر قادر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس میں قدرت میسرہ تو یہ ہوگی کہ بہت سارے خادم، سواریاں، مال، اور مددگار ہوں۔ لہذا، قدرت ممکنہ کے فوت ہونے کے باوجود حج فرض ہی ہوگا۔

2. اسی طرح صدقۂ فطر بھی قدرت ممکنہ کیساتھ واجب ہوتا ہے۔ کہ اس میں حولانِ حول اور نماز شرط نہیں ہے۔ لہذا عید کے دن مال ہلاک ہوگیا تب بھی صدقہ فطر کا وجوب باقی رہے گا۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف:

جس کے پاس ایک دن سے زیادہ خوراک ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے مالک نصاب ہونا شرط نہیں۔

(94) ★ اعتراض:

اس سے مطلب موضوع لازم آئے گا کہ آج کسی کو صدقہ دے اور کل کو ہی صدقہ مانگتا پھرے۔

شارح کی طرف سے ماتن پر اعتراض۔

ماتن نے قدرت کی تقسیم مطلق و کامل کی طرف کی حالانکہ مناسب یہ تھا کہ مطلق و مقید یا کامل و قاصر کی طرف کرتے۔

(95) اعتراض:

یہاں مقسم (قدرت) اور قسم (قدرت مطلق) کے مابین اتحاد لازم آرہا ہے کیونکہ مقسم (قدرت) کا معنی ہے ما یتمکن بہا العبد اور یہی معنی قسم کا بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس سے تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ لازم آئے گا۔ جو کہ باطل ہے۔

جواب:

ماتن نے قسم کی تعریف میں "ادنی" کی قید لگائی ہے۔ یعنی: ادنی ما یتمکن بہا العبد۔ لہذا قسم اور مقسم کی تعریف میں فرق ہو گیا اور مذکورہ اعتراض باقی نہ رہا۔

س (96) قدرت مطلق کا تحقق ضروری ہے یا توہم بھی کافی ہے؟

ج الشرط توھمہ لا حقیقۃ حتی اذا بلغ الصبی او اسلم الکافر.....

امر کی ادائیگی کے واجب ہونے کیلئے مذکورہ قدرت مطلق کا متحقق الوجود ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ متوہم الوجود کا ہونا ہی کافی ہے۔ مطلب یہ کہ ظہر کی نماز کی ادائیگی کے واجب ہونے کیلئے چار رکعتیں پڑھنے

وقت کافی ہے اور وقت کی اتنی مقدار کافی الواقع موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وہم ہونا بھی کافی ہے۔ لہذا نماز کا صرف اتنا وقت باقی تھا کہ جس میں صرف تکبیر تحریمہ کہی جا سکتی ہے اس وقت کا بچہ بالغ ہو گیا۔ یا کافر مسلمان ہو گیا۔ یا حائضہ پاک ہو گئی تو ان سب پر نماز واجب ہو جائے گی کیونکہ اس قلیل وقت میں مکمل نماز کی ادائیگی کا امکان متوہم الوجود ہے وہ اس طرح کہ سورج کا رکنا بلکہ واپس پلٹنا خلاف عادت ممکن ہی نہیں بلکہ واقعہ بھی ہے جیسے

1. حضرت سلیمان علیہ السلام کے سورج کا لوٹنا اور آپ علیہ السلام نے نماز عصر ادا کی۔
2. حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کیلئے سورج کو روک دیا گیا۔
3. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی نماز کیلئے سورج کو واپس لوٹا گیا۔

(97) اعتراض:

آپ نے کہا کہ قدرت مطلق کا متوہم الوجود ہونا کافی ہے۔ اس قاعدے کے مطابق زادِ راہ اور سواری کے حصول کا وہم بھی ہو تو حج فرض ہونا چاہئے۔

جواب:

حج کے معاملے میں اسکا اعتبار کرنے سے حرج

عظیم لازم آئے گا۔ اور اسکا اعتبار کریں کہ جمع ہوا سکا عمر دو دعا ہی (قضا) میں ظاہر نہ ہوگا کہ حج کی قضا نہیں ہے بلکہ اسکا عمر گنہگار ہونے اور وصیت کرنے میں ظاہر ہوگا اور یہ بات غیر معقول ہے:

قدرت کی قسم ثانی

قدرت کی قسم ثانی کا نام قدرت کامل ہے اور اس کو قدرت میسرہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قدرت بندے پر ادائیگی کو آسان و سہل کر دیتی ہے۔ اسکا معنی یہ نہیں ہے کہ مامور بہ اس سے پہلے مشکل تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو آسان فرمادیا بلکہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابتدا ہی اس کو بطریق آسانی اور سہل واجب فرمادیا ہے۔

حکم

قدرت کی یہ قسم جب تک باقی رہے گی واجب باقی رہے گا اور جب یہ قدرت منتفی ہوگی تو واجب بھی منتفی ہو جائے گا۔ کیونکہ اس قدرت کے منتفی ہونے کے باوجود اگر واجب ذمہ میں باقی رہے تو آسانی اور تنگی میں تبدیل ہو جائے گا۔

122

★ قدرت کاملہ کے حکم پر متفرع ہونے والے مسائل۔

قولہ: حتی تبطل الزکوۃ والعشر والخراج بهلاک المال۔

1 **زکوۃ:** زکوۃ پر قدرت تو نصاب کے ملک میں آنے سے ہی ہوگئی تھی۔ لیکن جب زکوۃ کی ادائیگی کے لئے نصاب حولی کی شرط لگا دی گئی تو معلوم ہو گیا کہ یہاں قدرت میسرہ پائی جا رہی ہے۔ لہذا سال مکمل ہونے کے بعد کل مال آفت سماوی سے ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو جائے گی۔

2 **عشر:** اس میں قدرت ممکنہ تو نفس زراعت سے ہی حاصل ہو گی لیکن جب نو عشر اپنے پاس رکھ کر صرف ایک عشر دینے کا حکم دیا گیا تو معلوم ہوا کہ عشر بطریق میسر واجب ہوتا ہے۔ لہذا کل کھیتی ہلاک ہو گئی اور بعض کھیتی ہلاک ہو گئی تو اس حصے کے مطابق عشر ساقط ہو جائے گا۔

3 **خراج:** اس میں اسباب کے ساتھ زراعت پر قدرت ضروری ہے خواہ یہ قدرت تحقیقی ہو کر کھیتی بو گئی یا تقدیری ہو کر زمین بیکار چھوڑ دی حالانکہ فصل اگانے پر قدرت تھی۔ لہذا کسی آفت کے سبب کل کھیتی ہلاک ہو گئی تو کل خراج اور بعض ہلاک ہوئی تو اس کے حصے کے مطابق خراج ساقط ہو گا۔ کیونکہ یہ قدرت میسرہ کیساتھ واجب ہوتا ہے۔

خراج: وہ زمین جو مسلمانوں نے غلبہ یا صلح کے طور پر کافروں سے لی ہو۔ اور بادشاہ اسلام ایک مقرر کردہ ٹیکس اس پر لاگو کرے۔ چاہے زمین بالفعل کھیتی والی ہو یا بالقوہ کھیتی والی ہو۔

مأمور بہ کیلئے صفت جواز کا بیان

س: شرائط اور ارکان کی رعایت کیساتھ مأمور بہ کو ادا کرنے سے اس میں صفت جواز ثابت ہو جائے گی؟

ج: **متکلمین کا موقف:**

علم کلام کرنے والا (علم العقائد) جبکہ خارج میں کوئی دلیل نہ پائی جائے کہ اس نے تمام شرائط اور ارکان جمع کر لیے ہیں۔ تب تک ہم صفت جواز کو ثابت نہیں کر سکتے۔

دلیل۔

کسی نے وقوف عرفہ سے پہلے جماع کر لیا اب شریعت کہتی ہے کہ اب وہ بقیہ تمام افعال ادا کرے گا۔ حالانکہ جماع کرنے سے حج فاسد ہو چکا تھا۔ اب اس سے بتا چلا کہ اس نے چیزیں تو ساری ادا کی ہیں لیکن مامور بہ جائز نہیں ہوا۔

فقہا کا موقف:

صفت جواز ثابت ہو جائے گی۔ اور کراہت ختم ہو جائے گی۔

دلیل۔

اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

جے متکلمین کی دلیل کا رد:

وہ اسی احرام کیساتھ حج ادا کریگا اور جو آئندہ سال صحیح حج ادا کرتا ہے وہ ایک نئے امر کی وجہ سے ہوگا۔

امام ابوبکر رازی:

مطلقاً امر سے کراہت ختم نہیں ہوتی۔

دلیل۔

سورج غروب ہونے کے وقت عصر کی نماز پڑھنے کا وقت ہے۔ اس چیز کے باوجود کہ یہ مکروہ وقت ہے اور ایسے ہی حیض کی حالت میں طواف۔

امام ابوبکر رازی کا رد:

یہ دونوں چیزیں فی نفسہ مکروہ نہیں ہیں بلکہ نماز اس وقت میں اس لیے مکروہ ہے کہ نمازی ان لوگوں سے مشابہ نہ ہو جائے جو سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

س صفت جواز سے کیا مراد ہے؟

ج متکلمین کے نزدیک اسکا معنی ہے سقوط قضاء خواہ حقیقی ہو (جسکی قضا ہے جیسے پانچ نمازیں) یا تقدیری ہو (جسکی قضاء نہیں مثلاً جمعہ کی نماز) جبکہ فقہاء کے نزدیک صفت جواز موافقہ امر کے معنی میں اسکا معنی

ثبوت متفق علیہ ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہے

س مأمور بہ کو منسوخ ہونے کے بعد کیا وہ چیز جائز رہیگی یا نہیں۔

ج وإذا عدمت صفة الوجوب للمأمور به لا تبقی صفة الجواز عندنا خلافا للشافعی،

⇐ امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف:

مذکورہ صورت میں جواز باقی رہےگا۔

دلیل۔

صوم عاشورہ میں وجوب منسوخ ہے لیکن استحباب اب بھی باقی رہےگا۔

احناف کا مؤقف:

مذکورہ صورت میں جواز بھی باقی نہ رہےگا۔

دلیل۔

بنی اسرائیل میں کچھ چیزوں کو کاٹ دینا ضروری تھا پھر چیز منسوخ ہوگئی۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا رد:

یہ جو جواز ہے عاشورہ کے روزے کا یہ اس وجہ سے نہیں ہے جو آپ کہہ رہے ہیں بلکہ دوسری اور دلیل سے جواز ثابت ہے۔

ثمرہ اختلاف:
حدیث پاک:

من خلف علی یمین فرأی غیرہا خیرا منہا فلیکفر یمینہ ثم لیات بالذی ھو خیر.

جو قسم کھائے اور وہ کسی اور کام میں بہتری دیکھے تو اسے چاہیے کہ پہلے کفارہ دے پھر قسم توڑ دے

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کفارے کو حنث پر مقدم کرنا واجب ہے جبکہ اجماع کے سبب کفارے کو حنث پر مقدم کرنا منسوخ ہو چکا ہے. لیکن کفارہ کو حنث پر مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں مذکورہ اختلاف کی وجہ سے شوافع کے نزدیک کفارہ کو حنث پر مقدم کرنا جائز ہے لہذا کسی نے حنث سے قبل کفارہ دیا تو اسکا کفارہ ادا ہو جائے گا جبکہ احناف کے نزدیک کفارہ کو حنث پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے.

س امر کی کتنی اقسام ہیں.

ج امر کی دو اقسام ہیں.

والامر نوعان مطلق عن الوقت کالزکوۃ وصدقۃ الفطر ومقید بہ.

مطلق عن الوقت:

جو امر جو کسی وقت کیساتھ خاص نہ ہو اسطرح کہ وقت فوت ہونے سے مامور بہ بھی فوت ہو جائے۔ زکوۃ، صدقہ فطر ان دونوں کو جب بھی کیا جائے ادا ہی ہوگا قضاء نہیں ہوگا اگرچہ جلدی کرنا فرض ہے۔

س مطلقاً امر کیا فوراً واجب ہوتا ہے یا تاخیر کیساتھ؟

* امام کرخی: فی الفور واجب ہوتا ہے۔
* دلیل: عبادت میں احتیاط کی وجہ سے ہوتا ہے۔
* دیگر آئمہ کرام: تاخیر کیساتھ واجب ہے جلدی کرنا مستحب ہے۔
* دلیل: مطلقاً امر کا موضوع اور مقصد آسانی ہے تو اگر فی الفور واجب کیا جائے تو آسانی نہ رہی۔

مقید بالوقت:

جو کسی وقت کیساتھ خاص ہو اسطرح کہ وقت فوت ہو تو مامور بہ بھی فوت ہو جائے نماز، روزہ۔

س مقید بالوقت کی اقسام تحریر کریں۔

ج مقید بالوقت کی چار اقسام ہیں۔

1 وقت مؤدی کیلئے ظرف ہو۔ ادا کیلئے شرط ہو۔ وجوب کیلئے سبب ہو۔

* **ظرف:** مطلب یہ ہے کہ وہ وقت مأمور بہ کیلئے معیار نہ ہو بلکہ زیادہ ہو اسطرح کہ اس چیز کو ادا کرنے کے بعد بھی وقت بچ جائے۔ نماز کا وقت

* **شرط:** مطلب یہ ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے مأمور بہ کی ادائیگی درست نہیں ہے۔ اور اس کے فوت ہو جانے سے مأمور بہ کی ادائیگی فوت ہو جائے۔

* اسکا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کے واجب کرنے میں اس وقت کو تاثیر حاصل ہے۔ اگرچہ مؤثر حقیقی اللہ پاک کی ذات ہے لیکن ظاہری طور پر اسکی طرف نسبت کی گئی۔

* **مثال:** وقت نماز کیلئے ظرف ہے کیونکہ علی وجہ السنۃ نماز ادا کرنے سے زائد ہے۔ پس وقت نماز کیلئے شرط بھی ہے۔ کیونکہ وقت آنے سے قبل نماز ادا کرنا درست نہیں ہے اس کے فوت ہونے سے نماز فوت ہو جاتی ہے اور یہی وقت نماز کے وجوب کیلئے سبب ہے کیونکہ اسی وقت کی صفت صحت و کراہت کے سبب نماز کی ادائیگی بھی صحیح اور مکروہ ہوتی ہے۔

شرط ہمیشہ مشروط سے پہلے نہیں ہوتی۔

کلم

اس دطلاقاغاز کی نیت کو متعین کرنا ضروری ہے اگر ویسے ہی کوئی نیت کرے اور تعین نہ کرے تو اسکی نماز نہ ہوگی۔ وقت کے کسی حصے کو نماز کی ادائیگی کیلئے متعین کرنے سے وہ حصہ متعین نہ ہوگا۔ مگر جس وقت میں نماز ادا کی جائیگی جس وقت کو نماز کیلئے متعین کیا جائے اگر اس سے ہوٹ کر نماز پڑھی تو یہ قضا نہیں ادا ہی ہوگی جیسا کہ کفارے کی اقسام میں سے کسی کو متعین کرنے سے وہ متعین نہیں ہوتی۔

اعتراض:

وقت نماز کیلئے شرط ہے تو نماز کی ادائیگی وقت سے پہلے جائز ہونی چاہیے۔

جواب: اصل میں شرط کی وقت کی دو قسمیں ہیں۔

★ **شرط وجوب:** جس وقت شریعت نے کوئی چیز ذمہ پر واجب کرنی ہے اس وقت جن چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

(2) **شرط ادا:** جس وقت ہم نے اس فرض کی ادائیگی کرنی ہے اس وقت جن چیزوں کا اعتبار کیا جائے۔

ابھی ماقبل میں مذکور ہوا کہ وقت نماز کیلئے سبب بھی ہے اور ظرف بھی اور ظاہراً تو یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔

ان الظرف ھو جمیع الوقت والشرط ھو مطلق الوقت

تمام وقت نماز کیلئے ظرف ہے مطلق وقت نماز کیلئے شرط اور ابتدائی حصہ نماز کیلئے سبب ہے اور کل وقت قضاء کیلئے سبب۔

س کونسا حصہ نماز کیلئے سبب بنتا ہے؟

ج اسکی چار اقسام ہیں۔

جزء اوّل:

اصل یہ ہے کہ ہر مسبب اپنے سبب کیساتھ ملا ہوا ہوتا ہے لہٰذا نماز کو اوّل وقت میں ادا کیا گیا تو سابقہ جزء تحریمہ کیلئے وجوب صلوۃ کا سبب بنے گا۔

(2) اوّل وقت میں نماز شروع کی جائے اس صورت میں بعد والے اجزائے صحیحہ وجوب نماز کا سبب بنے گا۔

(3) جزء ناقص:

اجزائے صحیحہ میں نماز کو ادا نہیں کیا گیا حتی کہ تنگ (مکروہ) وقت آگیا تو جو آخری وقت ہے جو کہ جزء ناقص ہے وہی نماز کا سبب بنے گا۔

4 مکمل وقت:

نماز فوت ہو جائے ایسا کامل وقت قضا کیلئے سبب بن جائے گا اور کامل وقت چونکہ کامل ہے تو قضا بھی کامل ہے اسی وجہ سے کل کی عصر آج کے مکروہ وقت میں نہیں پڑھ سکتے۔

اعتراض:

اگر کوئی بندہ اوّل وقت میں نماز شروع کرے اور خشوع و خضوع کرکے مکروہ وقت میں لے جائے تو اسکی نماز فاسد ہونی چاہئیے کیونکہ اس پر یہ نماز واجب کامل ہوتی تھی لیکن اس نے اسکو مکمل ناقص کیا۔

جواب: رخصت، آسانی، عظمت و مشقت

یعنی نماز کے اندر عظمت دی ہے کہ وہ ابتدا وقت سے انتہائے وقت تک ہو۔ تو لہذا اس پر عمل کرتے ہوئے اس کراہت سے بچنا ناممکن ہے۔ اتنی سے کراہت معاف ہے۔

س امر مقید بالوقت کی دوسری قسم بیان کریں۔

وقت پوری کیلئے معیار ہو۔

ادا کیلئے شرط — وجوب کیلئے سبب — روزہ رمضان

معیار کسے کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ وقت اس چیز کو مکمل گھیرے ہوا ہو اس سے کم ہونے زیادہ ہونے اسطرح کم زیادہ ہونے سے وہ چیز بھی کم زیادہ ہو جائے۔ گرمی سردی میں رمضان

س رمضان کے مہینے میں روزے کے واجب ہونے کیلئے کونسا حصہ سبب ہے۔

ج اس میں اختلاف ہے

1 پورا مہینہ سبب ہے

2 صرف دن ہے رات نہیں

مہینے کا جزءِ اوّل ہمارے روزے کیلئے سبب ہے

ہر دن کا اوّل حصہ اس دن کے روزے کیلئے سبب ہے۔

امرِ مقید بالوقت کی دوسری قسم کا حکم بیان کریں۔

رمضان کا مہینہ چونکہ روزوں کیلئے معیار ہے اس لئے اس مہینے میں فرض روزے کے علاوہ کوئی اور روزہ نہیں رکھ سکتے۔

دلیل: حدیث مبارکہ۔

جب شعبان گزر جائے تو صرف رمضان کا ہی روزہ ہوگا۔

دوسرا حکم:

اس میں نیت کو معین کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ شریعت نے پہلے ہی معین کر دیا ہے۔

شوافع:

نماز کی طرح روزے کا بھی تعین ضروری ہے۔

امام زفر:

اصل نیت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

احناف:

اصل نیت ضروری ہے تعین نیت ضروری نہیں۔

دلیل:

خیر الامور أوسطھما

بہترین کام درمیانہ کام ہوتا ہے۔

اگر کسی نے رمضان میں مطلقاً روزے کی نیت کی یا نیت کرنے میں خطا کر دی مطلب نفل یا سنت کا روزہ کہہ دیا۔ تو پھر بھی رمضان کا فرض روزہ ہی ہوگا۔

س: مسافر نے رمضان میں اس کے علاوہ کسی اور واجب کی نیت کی تو کیا حکم ہے۔

ج: امام اعظم کے نزدیک:

مسافر جو نیت کرے وہی ہوگا۔

دلیل:

وجوب ادا اس کے حق میں ساقط ہے اب اسے اختیار ہے کہ کھائے پیئے جو بھی کرے یا روزہ رکھے۔

صاحبین کے نزدیک:

جس واجب کی نیت کی وہ نہیں بلکہ رمضان کا ہی روزہ ہوگا۔

دلیل:

مقیم کی طرح شہود شہر اسکے حق میں بھی موجود ہے۔ لیکن آسانی کیلئے اس کو افطار کی رخصت ہے۔ اور جب اس نے روزہ رکھ کر رخصت نہ لی تو حکم اصل کی طرف لوٹ آئے گا لہذا اس پر رمضان کا فرض روزہ ہی ادا ہوگا۔

س رمضان میں مریض اگر کسی اور واجب کی نیت کرے تو کیا حکم ہے؟

ج اس میں چند اقوال ہیں۔

امام اعظم:

مریض نے جو نیت کی وہ نہیں بلکہ رمضان کا فرض روزہ ہی ادا ہوگا۔

دلیل:

مریض کی رخصت عجز حقیقی کیساتھ متعلق ہے اور جب اس نے مشقت کو برداشت کر کے روزہ رکھ لیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ مریض نہیں ہے لہذا رمضان کا فرض روزہ ہی ادا ہوگا۔

صاحب توضیح کے نزدیک:

جسکی نیت کرے گا وہی ادا ہوگا۔

دلیل:

مسافر کیطرح مریض میں بھی عجز تقدیری کا اعتبار ہے گا مثلاً مرض کی زیادتی کا خوف۔

دونوں میں تطبیق:

وہ مرض جس میں روزہ ضرر دے اس میں رخصت مرض زیادتی کے خوف کیساتھ متعلق ہوگی اور عجز تقدیری معتبر ہوگا لہذا جسکی نیت کی وہ ادا ہوگا۔

اگر مرض ضرر نہ دے اس میں رخصت عجز حقیقی کیساتھ متعلق ہوگی لہذا جب اس نے روزہ رکھ لیا تو عجز ثابت نہ ہوا اور اس نے جس واجب کی نیت کی وہ ادا نہ ہوگا بلکہ رمضان کا فرض روزہ ہی ادا ہوگا۔

س مقید بالوقت کی قسم ثالث بیان کریں۔

ج وقت صوم کیلئے معیار ہو لیکن وجوب کیلئے سبب نہ ہو۔ مثال قضائے رمضان کا روزہ۔

معیار ہونا تو ظاہر ہے اور اس وقت کا سبب نہ ہونا بھی واضح ہے کیونکہ قضا کا سبب یہ وقت نہیں ہے۔ اور سبب ہونا اس لیے نہیں ہے کہ پورا مہینہ رمضان کا ہے جب چاہے روزہ رکھ لے۔ کیونکہ احناف کے نزدیک جو ادا کا سبب ہے وہی قضا کا ہے اور یہ وقت صوم کیلئے شرط بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب کوئی وقت معین ہی نہیں تو پھر شرط کیسے ہو سکتی ہے۔

نوٹ:

بعض کتابوں میں قسم ثالث کی مثال میں قضائے رمضان کی جگہ نذر مطلق کا ذکر ہے کہ اس میں معیار تو ہوتا ہے لیکن وقت نہیں ہوتا۔

س نذر معین کس قسم میں داخل ہے؟

ج پہلا قول:

نذر معین نذر مطلق کیساتھ ملی ہوئی ہے کیونکہ یہ بعض احکام میں مشترک ہے اس طرح کہ دونوں میں وقت معیار ہوتا ہے اور دونوں کا سبب وقت نہیں ہوتا بلکہ نذر ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض احکام میں یہ مختلف ہے۔

دوسرا قول:

نذر معین احکام کے اعتبار سے ادائے رمضان کے ساتھ مشترک ہے۔ کیونکہ دونوں میں وقت معیار ہوتا ہے اور مخصوص وقت ہی دونوں روزے واجب ہوتے ہیں اگرچہ سبب میں اختلاف ہے۔

خلاصہ کلام:

جس قول کے ساتھ مرضی ملا دیں ہر جگہ اختلاف بھی ملے گا اور مشترک بھی ملے گا۔

مقید بالوقت کی قسم ثالث کا حکم :

وتشرط فیہ نیۃ التعیین ولا یحتمل الفوات وکذا یشترط فیہ

1) رات ہی سے نیت کرنا شرط ہے کیونکہ غیر رمضان سارے کا سارا غیر محل ہے اگر رات کو نیت نہ کی تو یعنی صوم عارضی کو مقید نہ کیا تو نفلی روزہ ہو گا ۔

* اصول :

جن روزوں کی تعیین پہلے سے ہو چکی ہے چاہے شریعت کی طرف سے چاہے بندوں کی طرف سے ان میں رات کو نیت کرنا شرط نہیں ہے اور جن روزوں میں تعیین نہیں ان میں رات کو نیت کرنا شرط ہے ۔ جیسے قضائے رمضان کا روزہ ۔

س نذر معین میں نیت کا کیا حکم ہے ؟

ج یہ روزہ مطلق نیت اور نفل کی نیت سے ادا ہو جائے گا لیکن کسی دوسرے واجب کی نیت کی تو ادا نہ ہوگا اور اس میں رات ہی سے نیت کرنا بھی ضروری نہیں ہے ۔

فائدہ :

ہمارے نزدیک یہ قسم فوات کا احتمال نہیں رکھتی جب بھی روزہ رکھے گا وہ ادا ہوگا کیونکہ ساری عمر اس کا محل ہے ۔

امام شافعی:

اگر کسی نے رمضان کے روزوں کی قضا میں تاخیر کی حتیٰ کہ دوسرا رمضان آگیا تو فدیہ مع القضاء لازم ہوگا۔

س: مقید بالوقت کی قسم رابع بیان کریں۔

ج: اس میں اختلاف ہے۔

*** امام ابو یوسف کے نزدیک۔**

حج فی الفور واجب ہوگا وہ اس میں وقت کی تنگی کا خیال کرتے ہیں لہذا اگر کسی نے پہلے سال حج نہ کیا تو وہ فاسق ہو جائے گا اور اسکی گواہی قبول نہ ہوگی۔

*** امام محمد کے نزدیک۔**

وہ وسیع وقت کا اعتبار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تاخیر کیساتھ واجب ہوگا موت سے پہلے حج کرنا شرط ہے۔

ثمرہ اختلاف۔

امام ابو یوسف کے نزدیک پہلے سال حج نہ کرنے پر فاسق لیکن اگلے سال کرنے سے اسکا فسق ختم ہو جائے گا جبکہ امام محمد کے نزدیک وہ بلا موت یا حادثی موت سے پہلے فاسق نہیں ہوگا۔

اس بات میں اتفاق ہے کہ زندگی میں جب بھی حج کیا ادا ہی ہوگا قضا نہیں ہوگا۔

مقید بالوقت کی قسم رابع کا حکم:

حج فرض مطلقاً نیت سے ادا ہوگا لیکن نفل نیت سے ادا نہ ہوگا۔

امام شافعی:

دونوں صورتوں میں حج فرض ہی ادا ہوگا۔

دلیل:

فرض حج کی ادائیگی کے بغیر اگر کوئی نفل کی نیت سے کرے تو اسے روکا جائے گا اور وہ بے وقوف ہے۔

شوافع کی دلیل کا جواب:

عبادت کے اندر اختیار شرط ہے۔ اگر آپ ایسا کرنے والے کو زبردستی روکیں گے تو اختیار کو ختم کرنا لازم آئے گا۔

س کیا کفار بھی امر کے مامور ہے۔

ج والکفار مخاطبون بالامر بالایمان وبالمشروع من العقوبات الخ.

کفار سزا کے بھی مکلف ہیں معاملات کے بھی مکلف ہیں اور ایمان کے بھی مکلف ہیں۔

ایمان:

کفار ایمان لانے کے مکلف ہیں اور ایمان لانے کا کفار کو کہا جاتا ہے اور جب ایمان والوں کو کہا جائے تو اسکا مطلب اپنے ایمان پر ثابت قدم رہو۔

عقوبات:

مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ نظام عالم کو درست کرنے کیلئے ان کو سزا دی جائے جبکہ کفار کو بدرجہ اولی سزا دی جائے گی۔

معاملات:

کفار معاملات کے بھی مکلف ہیں۔ کیونکہ معاملات بیع اور شرع بھی کفار کے درمیان ہوتے ہیں۔ لہذا ہم ان کے ساتھ ویسا معاملہ کریں گے جو اپنے ساتھ کرتے ہیں۔

س کیا کفار عبادت کے مکلف ہیں؟

ج اسکی دو صورتیں ہیں۔

i آخرت میں سزا کے اعتبار سے

ii دنیا میں وجوب ادا کے اعتبار سے

i، پہلی صورت آخرت میں سزا کے اعتبار سے کفار نماز، روزہ اور زکوۃ عبادات کے مخاطب ہیں۔ ہمارا اور امام شافعی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آخرت میں کفار کو اعتقاد فرائض کے

ترک کرنے پر عذاب دیا جائے گا۔ جس طرح اصل استقرار یعنی ایمان کے ترک کرنے پر عذاب دیا جائے گا۔

دلیل:

ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین۔

جہنمیوں کو سزا اس لیے دی جائے گی کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

ii۔

دوسری صورت دنیا کے اندر وجوب ادا میں اختلاف ہے۔

ع: اکثر اصحاب شوافع اور بعض عراقی مشائخ فرماتے ہیں کہ کفار دنیا کے اندر وجوب ادا کے مخاطب ہیں۔

دلیل:

اگر دنیا میں یہ مخاطب نہیں ہیں تو آخرت میں سزا کیوں دی جا رہی ہے۔

شوافع پر اعتراض:

یہ آپ بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں کہ ایک طرف امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جو حالت کفر میں نماز پڑھے گا تو اسکی نماز نہ ہوگی اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ جو کافر مسلمان ہو جائے اسکی نمازوں کی قضا نہ ہوگی اور تیسری طرف یہ کہتے ہیں کہ وہ وجوب ادا کے مخاطب ہیں۔

جواب :

امام شافعی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ کفار عبادت کے مخاطب ہیں لیکن اسکا معنی یہ ہے کہ (آمنوا ثم صلوا، آمنوا ثم زکوۃ) یعنی اس میں (آمنوا) مقدر ہے

ثمرہ اختلاف :

۱) شوافع کے نزدیک آخرت میں کفار پر دو چیزوں پر عذاب ہوگا

۱) ترک فعل (ii) ترک اعتقاد

احناف کے نزدیک صرف ترک اعتقاد پر عذاب ہوگا۔

اس باب میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔

۱) جو سقوط کا احتمال رکھتی ہے۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ

ii) جو سقوط کا احتمال نہیں رکھتی۔ جیسے ایمان

اب کفار پہلی عبارت کے مخاطب نہیں ہیں دوسری کے مخاطب ہیں۔

دلیل : نبی کریم علیہ السلام نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تم اہل کتاب قوم کی طرف جا رہے ہو انہیں کلمہ شہادت کی دعوت دینا۔ اگر وہ قبول کریں تو بتانا اللہ نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اب یہاں پر یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبادت بعد میں ہے اور ایمان پہلے ہے۔

س نہی کی تعریف اور قیودات کے فوائد لکھیں۔

ج هو قول القائل لغیره علی سبیل الاستعلاء لا تفعل۔

قیودات کے فوائد۔

قول القائل:

یہ جنس کی منزلت میں ہے اور یہ ہر لفظ کو شامل ہے۔

علی سبیل الاستعلاء۔

یہ پہلی فصل ہے اس سے التماس، دعا اور عرض خارج ہو جائے گی۔

لا تفعل:

یہ دوسری فصل ہے۔

س کیا منہی عنہ کا قبیح ہونا ضروری ہے؟

ج ضروری ہے کیونکہ اللہ پاک حکیم ہے اور اچھے کام سے منع نہیں فرماتا۔

س قبیح ہونے کے اعتبار سے منہی عنہ کی اقسام لکھیں۔

ج دو اقسام ہیں

i) قبیح لعینہ (ii) قبیح لغیرہ

قبیح لعینہ:

اوصاف لازمہ اور عوارض مجاورہ سے قطع نظر اسکی ذات میں برائی پائی جارہی ہو۔

پھر اسکی دو اقسام ہیں۔

(۱) قبیح لعینہ وضعًا: جسکو سمجھنے کیلئے شریعت کی محتاجی نہ ہو عقل اسے برا کہہ دے۔ مثال کفر، نجاست کفر۔

قبیح لعینہ شرعًا:

شریعت اسے برا کہہ رہی ہو عقل کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ مثلاً آزاد بندے کی بیع کرنا۔

قبیح لغیرہ:

کسی غیر کی وجہ سے منہی عنہ میں برائی پائی جائے۔

قبیح لغیرہ وضعًا:

وہ غیر جسکی وجہ سے منہی عنہ میں برائی پائی جارہی ہے وہ منہی عنہ کو لازم ہو اس سے جدا نہ ہو۔ مثال، عید کے دن کا روزہ، یہ قبیح لغیرہ ہے کیونکہ روزہ فی نفسہ عبادت ہے لیکن غیر کا معنی (ضیافت

سے منہ پھیرنا) یوم نحر کو لازم ہے۔ یہ اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ یوم نحر ہو اور بندہ مہمان نہ ہو۔ جب عید کا دن ہوگا بندہ مہمان ہوگا۔

نوٹ :

یوم نحر میں روزہ شروع کرنے سے لازم نہیں ہوگا۔ لیکن اس دن کی منت مانگنا جائز ہے۔ لیکن عید کے دن کے علاوہ روزہ رکھنا ہوگا۔ لیکن جو فساد ہے وہ اس کے بیان کرنے میں نہیں بلکہ فعل میں ہے۔ اور مکروہ وقت میں نماز شروع کرنے سے لازم ہو جائے گی اور توڑ دینے سے قضا لازم ہوگی۔

قبیح لغیرہ مجاورًا :

وہ منہی عنہ جس کا قبیح بعض اوقات اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ جیسے اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا۔ یہ بیع فی نفسہ تو جائز ہے اور ملکیت کا فائدہ دیتی ہے لیکن اذان جمعہ کے وقت اس سے منع ہے کہ اس سے ایک واجب ترک ہو رہا ہے اور وہ واجب (سعی جمعہ) ہے یعنی جمعہ کی تیاری ہے۔

اور بھی یہ معنی ترک کو شش اس کیساتھ ملا ہوا نہیں ہوتا
جیسے . اس حال میں بیع کرنا کہ دونوں کشتی میں سوار ہوں اور
کشتی پانی میں ہے اور کشتی مسجد کیطرف جا رہی ہے .

نوٹ :

اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا غاصب کیطرح ہے یعنی
قبضہ کر لیں تو ملکیت ثابت ہو جائے گی -

س کونسی نہی قبیح لعینہ پر اور کونسی نہی قبیح لغیرہ پر واقع ہوگی .

ج افعال حسیہ سے نہی قبیح لعینہ پر واقع ہوتی ہے اور
افعال شرعیہ سے نہی قبیح لغیرہ پر واقع ہوتی ہے .

افعال حسیہ :

وہ افعال جنکا معنی شریعت وارد ہونے کے بعد
بھی وہی ہو جو پہلے تھا جیسے زنا، شراب وغیرہ .

افعال شرعیہ .

وہ افعال جنکا معنی شریعت وارد ہونے کے
بعد کچھ تبدیل ہو جائے - جیسے : روزہ، بیع اور اجارہ
وغیرہ

وغیرہ:

افعال حسیہ ہیں جب ان افعال سے نہی مطلقاً ہو اور کوئی مانع بھی موجود نہ ہو تو اس وقت قبیح لعینہٖ ہوگا اور اگر اس کے خلاف پر دلیل پائی جائے تو قبیح لغیرہٖ ہوگا جیسے حالت حیض میں وطی کرنا حالانکہ یہ افعال حسیہ میں سے ہے۔

نوٹ:

افعال حسیہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انکی حلت اور حرمت کا حکم دو اس خمسہ سے لگتا ہے بلکہ حکم شریعت نے دینا ہے۔ ہم اس کو افعال حسیہ اس لیے کہتے ہیں کہ جو بات بیان کی ہے۔

صلوٰۃ۔ دعا۔ مخصوص افعال کو مخصوص طریقے سے ادا کرنا۔

روزہ۔ رکنا۔ صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے رکنا۔

بیع۔ مبادلۃ المال۔ عاقدین اصل ہوں اور مجلس ایک ہو۔

س: إن القبح يثبت اقتضاءً فلا يتحقق على وجه يبطل به المقتضي وهو النهي۔ عبارت کی وضاحت کریں۔

ج: کیونکہ قبح بطور اقتضاء ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اسطرح نہیں ہو گا جس سے مقتضی باطل ہو جائے۔

مقتضِی سے مراد نہی ہے
مقتضٰی سے مراد قبح ہے۔

اس عبارت کو سمجھنے سے پہلے چند مقدمات سمجھ لیں۔

(i) امام شافعی کے نزدیک چاہے افعال حسیہ ہوں یا شرعیہ دونوں سے جو نہی ہے قبیح لعینہ پر واقع ہوتی ہے۔

(ii) نہی سے مراد اس بندے کو اختیار دینا بھی ہے اور اگر اختیار نہ دیا جائے تو وہ نہی کی بجائے نفی یا نسخ بن جائے گا۔

مثال: پیالہ پانی سے خالی ہو اور کہا جائے کہ نہ پیو تو یہ نفی یا نسخ ہوگی اور اگر پانی ہے پھر کہا کہ نہ پیو تو یہ نہی ہو گا

(iii) قبیح برا ہونا نہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا نہی مقتضِی اور قبح مقتضٰی کہلائے گا۔

(iv) ہر شئے کا اختیار اس چیز کے مطابق ہوتا ہے افعال حسیہ کا اختیار یہ ہے کہ وہاں قدرت حسی طور پر ہو۔ اسطرح کہ بندہ اس فعل کو کرنے پر قادر ہو۔ اور افعال شرعیہ کا اختیار یہ ہے کہ قدرت

شرعی ہو یعنی شریعت کی طرف سے اسکے کرنے کا اختیار بھی دیا جائے اور ساتھ منع بھی کیا جائے اور یہ بات صرف ان افعال میں ہو سکتی ہے جو قبیح لغیرہ ہیں۔

س شریعت ایک کام کا حکم بھی دے رہی ہے اور منع بھی کرے تو اس طرح اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

ج کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ یہ چیزیں ذات کے اعتبار سے جائز ہیں اور وصف کے اعتبار سے منع ہیں۔ جیسے حیض کی حالت میں وطی کرنا یہ مطلقاً جائز ہے اور وصف کے اعتبار سے منع ہے۔

س افعال شرعیہ کے قبیح لغیرہ وصفاً پر چند تعریفات لکھیں۔

ج ربوا۔ سود

مال کو مال کے بدلے میں ایسی زیادتی لیسا کھو دینا جسکا نفع عاقدین میں سے کسی ایک کو ہو۔

بیع فاسد:

عقد میں ایسی شرط لگانا عقل جسکا تقاضا نہ کرتی ہو۔ مثلاً۔ جس میں عاقدین کا فائدہ ہو مبیع کا فائدہ ہو۔ بیع فاسد

بیع فاسد قبضہ کے بعد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے۔

اپنی ذات کے اعتبار سے درست ہوتی ہے لیکن زائد شرط لگانے کی وجہ سے فاسد ہوتی ہے۔

یوم نحر کا روزہ:

یہ روزہ ہونے کے اعتبار سے اصل مشروع ہے لیکن وصف کی وجہ سے مشروع نہیں ہے۔ لہذا اس کا تعلق اصل کی بجائے وصف کیساتھ ہوگا۔

اعتراض:

آپ نے ماقبل کہا تھا کہ افعال شرعیہ سے نہی قبیح لغیرہ پر واقع ہوتی ہے جبکہ آزاد کی بیع اور مضامین و ملاقیح اور بیع اور محارم سے نکاح افعال شرعیہ میں سے ہے حالانکہ ان سے جو نہی ہے وہ قبیح لعینہ پر واقع ہوتی ہے۔

جواب:

مذکورہ تمام افعال مجاز کے طریقے پر محمول ہیں اور محل نہ ہونے کی وجہ سے ان کو نسخ کہا جائے گا۔

س: افعال شرعیہ کی نہی میں امام شافعی کا موقف لکھیں۔

ج: افعال شرعیہ ہوں یا حسیہ دونوں سے جو نہی ہے قبیح لعینہ پر واقع ہوگی۔ لہذا، زنا، عید کا روزہ اور شراب کی حرمت میں برابر ہیں۔

دلیل:

جس طرح کوئی مطلق امر جب کسی قرینے سے خالی ہو تو مراد اس سے کامل چیز ہوتی ہے۔ اب قبیح ہونے میں کامل قبیح لعینہ ہے۔

س امام شافعی کے اس موقف پر کوئی تفریع بیان کریں۔

ج پہلے اصول سمجھ لیں کہ اصول یہ ہے کہ منہی عنہ چاہے افعال حسیہ میں ہوں یا شرعیہ میں نہ یہ خود جائز ہوں گے نہ جائز کام کا سبب بنیں گے۔

تفریع اوّل:

زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی کہ زنا معصیت ہے اور گناہ کا کام ہے۔ حرمت مصاہرت جو کہ ایک نعمت ہے اسکے حصول کا سبب نہ بنےگا اور یہ صرف نکاح سے ثابت ہوتی ہے وہ چار افراد ہیں۔

i) واطی کا باپ (ii) اسکا بیٹا موطی پر حرام ہوگا

iii) موطی کی ماں (iv) بیٹی واطی پر حرام ہوگی۔

س عام خاص کیطرح ہوتا ہے۔

ج مثال کے طور پر کسی نے وصیت کی کہ میری انگوٹھی زید کیلئے ہے اور بعد میں کہا کہ اسکا ہیرا کاشف کیلئے ہے تو اس میں اختلاف ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک۔

کلام کی دو صورتیں ہیں۔

اگر کلام مفصولاً ہوگا تو حلقہ پہلے کیلئے ہوگا اور ہیرا دونوں کیلئے اور اگر کلام موصولا ہوگا تو حلقہ پہلے کیلئے اور ہیرا دوسرے کیلئے ہوگا۔

امام ابو یوسف کے نزدیک۔

کلام کی دو صورتیں ہیں۔

اگر کلام مفصولاً ہو ~~تو حلقہ پہلے کیلئے ہوگا~~ یا موصولا ان دونوں صورتوں میں حلقہ پہلے کیلئے اور ہیرا دوسرے کیلئے ہوگا۔

شوافع کیطرف سے احناف پر اعتراض:

قرآن پاک میں ہے (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اس میں ہے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اس آیت

میں جو لفظ (ما) ہے وہ عموميت پر دلالت کرتا ہے اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہر وہ جانور حلال نہ ہو جس پر اسم الہی ذکر نہ ہو جاہے وہ جان بوجھ کر یا بھول کر۔

لیکن امام اعظم آپ بھولنے کو اس آیت میں خاص کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے بھولنے والا مراد نہیں ہے بلکہ وہ مراد ہے جو جان بوجھ کر نہ پڑھے۔

شوافع کے نزدیک۔

شوافع کہتے ہیں کہ اگر احناف اس آیت سے (ناسی) کو خاص کرتے ہیں تو ہم (ناسی) پر قیاس کرتے ہوئے (عامد) کو بھی خاص کرتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ شوافع (ناسی اور عامد) دونوں کا ذبیحہ حلال کرتے ہیں۔

احناف کی طرف سے جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کا عامد کو ناسی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ناسی معذور ہوتا ہے اور عامد غیر معذور ہوتا ہے تو غیر معذور کو معذور پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ جس طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

آیت مبارکہ سے آپ نے دونوں کو خاص کر دیا ہے تو پیچھے کون بچا ہے۔ عمل کس پر کریں گے۔ آیت سے مراد کون ہو گا اور آیت کا معمول یہاں کون ہے۔

شوافع کی طرف سے جواب:

اس سے مراد وہ ہو گا جو بتوں کے نام پر ذبح ہو۔ اسطرح آیت پر عمل بھی ہو جائے گا۔

اعتراض:

"من دخلہ کان آمنا" میں اختلاف بیان کریں۔

جواب:

اس میں "من" عمومیت کیلئے ہے۔

احناف کے نزدیک:

1) قتل کر کے کعبہ میں جائے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔
2) اعضاء کاٹ کر کعبہ میں جائے گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔
3) اگر وہاں جا کر قتل کرے تو قصاص لیا جائے گا۔

شوافع کے نزدیک:

ان تینوں صورتوں میں اس سے قصاص لیا جائے گا۔

★ پہلی صورت کو دوسری پر قیاس کرتے ہیں + خبر واحد

جواب:

یہ خبر واحد نہیں ہے بلکہ قول ظالم ہے۔

اعتراض:

تو اس سے آیت کا مطلب کیا ہوگا۔

جواب:

آیت کا مطلب اس کو عذاب نار سے امن ہوگا۔

عام مخصوص البعض کا بیان۔

احناف کا مؤقف:

اگر عام کو خصوص معلوم یا مجہول مل جائے تو وہ قطعی نہیں رہتا بلکہ ظنّی ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کو دلیل بنانا جائز ہے۔

س:

تخصیص کی تعریف کریں۔

ج:

احناف کے نزدیک تخصیص کی تعریف یہ ہے کہ قصر العام علی لبعض مسمیاتہ بکلام مستقل موصول یعنی عام کو منحصر کرنا بعض چیزوں پر ایک مستقل اور ملے ہوئے کلام کیساتھ۔ اگر وہ کلام نہ ہو۔ بلکہ عقل ہو عادت ہو، حسی ہو یا کچھ اور ہو تو تخصیص نہیں ہوگی۔

(2) مستقل کلام نہ ہو بلکہ استثنا ہو شرط ہو غایت ہو تو بھی تخصیص نہیں ہوگی۔

اور نہ عام ظنّی ہو گا بلکہ قطعی ہی رہے گا اگر وہ تخصیص موصولاً نہ ہو مفصولاً ہو تو ایسے تخصیص نہیں کہیں گے بلکہ نسخ کہیں گے مثال (احل اللہ البیع وحرم الربوٰ)

امام شافعی کے نزدیک اس میں مطلقاً تخصیص ہوتی ہے۔

س: مشترک کی تعریف اور قیودات کے فوائد لکھیں۔

جواب:

اما المشترک فما یتناول افراداً مختلفۃ الحدود علی سبیل البدل

مشترک ایسا لفظ ہے جو بدلیت کے طور پر ایسے کثیر افراد کو شامل ہو جنکی حقیقتیں مختلف ہوں۔

قیودات کے فوائد:

افراد: اس سے خاص نکل جائے گا کیونکہ وہ کسی ایک چیز کو شامل ہوتا ہے۔

مختلف الحدود: اس سے عام نکل جائے گا کیونکہ اس میں متفق الحدود ہوتا ہے۔

علی سبیل البدل: اس میں تین قول ہیں۔

(i) امام شافعی کا رد ہے کیونکہ ان کے نزدیک لفظ بدل کی جگہ لفظ شمول ہے۔

(ii) یہ واقع کا بیان ہے۔

(iii) لفظ شئ سے احتراز ہے۔

س متشرک کا حکم اور مثال دیں۔

جواب: حکم:

غور و فکر کی شرط کیسا تھ اس میں توقف کیا جائے گا۔ تاکہ عمل کرنے کیلئے کوئی جہت ترجیع پا جائے۔

مثال:

لفظ قروء یہ لفظ مشترک ہے حیض اور طہر میں۔ امام اعظم کے نزدیک حیض اور امام شافعی کے نزدیک طہر ہے۔

جمع ہونا
منتقل ہونا
قروء
مشترک
عند الاحناف
خون — حیض
عند الشافعی
طہر

س: کیا عموم مشترک جائز ہے.

ج: عموم مشترک ایک وقت میں ایک لفظ سے ایک سے زیادہ معنی مراد لینا۔

عندالشافعی۔ جائز ہے

عندالاحناف۔ ناجائز ہے۔

دلیل: یصلون علی النبی

اللہ	فرشتے	بندے	پرندے
↓	↓	↓	↓
نزول رحمت	استغفار	طلب رحمت	تسبیح

یصلون علی النبی کا اصل معنی ہے اپنی شان کے مطابق۔

دلیل۔ جب لفظ کو وضع کرنے کا مقصد ہوتا ہے تو اسکا اعتبار کیا جائے گا۔

شوافع: یوں کرلیں کہ ایک معنی وضع کے اعتبار سے لیں اور دوسرا غیر وضع کے اعتبار سے۔

جواب: یہ باطل ہے کیونکہ اس طرح حقیقت مجاز جمع ہو جائے گا۔

سوال موؤل کی تعریف کریں۔

جواب اما المؤول فما ترجح من المشترک بعد وجوهه لغالب الرأی۔

مشترک کی جب بعض وجوہ ترجیح پا جائیں غالب رائے سے اسے موؤل کہتے ہیں۔

س اس تعریف میں مشترک کی قید کیوں لگائی؟

ج۔ ذکر کر کے بتا دیا کہ اس موؤل کی بات کر رہے ہیں جو مشترک سے نکلتا ہے کیونکہ موؤل اور بھی ہیں جیسے۔ جب پوشیدگی ختم ہو جائے تو وہ بھی موؤل بن جاتا ہے۔

س ترجیح کے طریقے بیان کریں۔

ج۔ تین طریقے ہیں۔

1. کبھی کبھار صیغے میں غور و فکر کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔
2. کبھی سیاق میں غور و فکر کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے مثال ثلاثۃ قروء
3. کبھی سباق میں غور و فکر کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

س سیاق و سباق کی تعریف کریں۔

ج لفظ اصلی سے پیچھے والی چیز کو سباق کہتے ہیں اور اگلی کو سیاق کہتے ہیں۔

مثال:

احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم۔ اس میں احل لکم حلال کرنے کے معنی میں ہے۔

احلنا دار المقامة من احلنا اترنا یا نیچے اترنا کے معنی میں ہے۔

س دونوں کا حکم لکھیں۔

ج غلطی کے احتمال لیساتھ عمل کرنا ضروری ہے یعنی ایسا ہو سکتا ہے ایک مجتہد غلطی پر ہو اور دوسرا صحیح ہو۔

س ظاہر کی تعریف اور حکم لکھیں۔

ظاہر ایسے کلام کا نام ہے جس سے سامع کیلئے صیغہ سے ہی مراد ظاہر ہو جائے غور و فکر کی حاجت نہ ہو۔

اس قسم کا تعلق دوسری تقسیم کیساتھ ہو۔

پہلی اور تیسری قسم کا تعلق کلمہ کیساتھ اور جبکہ دوسری اور چوتھی قسم

کا تعلق مقدام کیساتھ ہے۔

اعتراض :

یہ تعریف ظاہر کی درست نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف الشی بنفسہ ہے۔ کیونکہ تعریف ظاہر کی کر رہے ہیں اور تعریف میں بھی ظاہر ذکر کیا گیا ہے۔

جواب :

یہ اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ظاہر سے مراد اصطلاحی ہے اور دوسرے سے لغوی ہے۔

حکم :

جو ظاہر ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے یقینی طور پر یہاں تک کہ اسکی وجہ سے حد بھی لگ سکتی ہے۔ اور کفارہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

س: نص کی تعریف اور حکم لکھیں۔

ج: جو وضاحت میں ظاہر سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ وضاحت متکلم کی جانب سے ہوتی ہے صیغے کی وجہ سے نہیں ہوتی۔

حکم : یہ واضح ہو جائے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ تاویل کے احتمال کے ساتھ۔ اس طرح کہ عام ہو تو خاص

کا احتمال رکھے گا حقیقت ہو تو مجاز کا احتمال رکھے گا۔

س سوق کیا ہوتا ہے۔

ج جس کی وجہ سے کلام کو چلایا جائے اسے سوق کہتے ہیں۔

نوٹ:

عوام میں یہ مشہور ہے (عوام سے مراد علماء) کہ نص میں سوق شرط ہے اور ظاہر میں عدم سوق شرط ہے۔

لیکن صحیح قول یہ ہے کہ نص میں سوق شرط ہے۔ اور ظاہر میں ہو یا نہ ہو کوئی مسئلہ نہیں۔

س مفسر کی تعریف اور حکم لکھیں۔

ج جو وضاحت میں نص سے بھی زیادہ ہو اس طرح کہ کوئی بھی احتمال باقی نہ رہے نہ تاویل کا اور نہ تخصیص کا۔

نوٹ 1 چاہے یہ احتمال حضور علیہ السلام کے فرمان کی وجہ سے ختم ہو۔
2 آپ علیہ السلام کے فعل کی وجہ سے ختم ہو۔
3 یا کلام الہی میں کلمہ زائد آنے کی وجہ سے ختم ہو۔

حکم: منسوخ ہونے کے احتمال کیساتھ تو اس پر عمل کرنا واجب ہے لیکن یہ احتمال آپ کے ظاہری زمانے میں تھا۔ اب سارا قرآن محکم ہے کیونکہ اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔

س **محکم کی تعریف اور حکم لکھیں۔**

ج نسخ اور تبدیل کے احتمال کے بغیر جسکی مراد پختہ ہو۔

نوٹ: اسکی دو اقسام ہیں۔
1 یہ احتمال کا ختم ہونا یا تو اس کلمات کی ذات کی وجہ سے ہے اسے محکم لعینہ کہتے ہیں۔ جیسے اللہ کی ذات و صفات والی آیات
2 اگر یہ احتمال آپ کے ظاہری وصال کی وجہ سے ختم ہو

اسے محکم لغیرہ کہتے ہیں۔

محکم:

بغیر کسی احتمال کے عمل کرنا واجب ہے۔

ظاہر و نص کی مثال:

1. احل اللہ البیع وحرم الربوا

بیع کے حلال اور سود کے حرام ہونے میں یہ ظاہر ہے
بیع اور سود میں فرق کیلئے یہ نص ہے۔

2. فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع

تعداد نکاح میں یہ آیت ظاہر ہے۔
نکاح کی ~~اجب~~ اجازت میں یہ آیت نص ہے۔

نص اور مفسر کی مثال:

فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون

یہ آیت سجود ملائکہ میں ظاہر ہے۔
تعظیم آدم میں نص ہے۔
سارے احتمال ختم ہونے سے یہ آیت مفسر ہے۔

محکم کی مثال:

ان اللہ بکل شئی علیم۔

اس میں تاویل تخصیص اور منسوخ ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے اس لیے یہ محکم ہے۔

مثال۔

الجهاد ماض الی القیامة

جہاد قیامت تک جاری رہنے والا ہے۔

س: خفی کی تعریف اور حکم لکھیں؟

ج: خفی وہ ہے جسکی مراد صیغے کے علاوہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے پوشیدہ ہو اس تک نہ پہنچ سکے مگر طلب کرنے کے ساتھ۔

حکم:

اس میں نظر کی جائے گی تاکہ جان لیا جائے کہ معنی کی پوشیدگی زیادتی کیوجہ سے ہے یا کمی کیوجہ سے تاکہ ظاہر ہوجائے جہاں معنی کی زیادتی ہوگی وہاں دلالۃ النص کیوجہ سے حکم لگ جائے گا اور جہاں کمی ہوگی وہاں حکم نہیں لگے گا۔

مثال:

آیت سارقہ کفن چور اور ڈاکو کے حق میں

چور کی تعریف:

مالِ محترم محفوظ کو خفیہ طریقے سے لینا۔

جیب کترا:

مالِ محترم محفوظ کو غفلت اور سستی میں ڈال کر ایسے جاگتے شخص سے لینا جو اپنے مال کی حفاظت کر رہا ہو۔

نباش یا کفن چور:

مالِ محترم کو خفیہ طریقے سے لینا اسے کفن چور یا نباش کہتے ہیں۔

12-11-22

س اگر قبر کسی بند کمرے میں ہو تو پھر بھی کفن چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

ج اس میں حد نہیں لگے گی کیونکہ مردہ مال کی حفاظت نہیں کر رہا ہے۔

اس صورت میں حد لگے گی کیونکہ قبر بند کمرے میں ہونے کی وجہ سے مال محفوظ سمجھا جائے گا۔

امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک تمام صورتوں میں ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

دلیل:

حدیث پاک من نبش قطعناہ

جس نے کفن چرایا اس کے ہاتھ کاٹ دیں گے۔

جواب:

یہ حدیث سیاست مدینہ کی تو ابدا یہ پر ہے۔

یعنی قاضی کی۔

کیونکہ ایک اور مقام پر ہے۔

لا قطع علی المختفی یعنی مختفی کے

ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ اہل مدینہ کی لغت

میں مختفی کو کفن چور کہتے ہیں۔

س مشکل کی تعریف اور حکم لکھیں۔

ج وہ کلام جو اپنے ہم شکل میں داخل ہو جائے اسے مشکل کہتے ہیں۔

حکم:

اس کی جو بھی مراد ہو اس کے حق ہونے کا یقین رکھنا پھر اس کے معنی کو طلب کرنے پر توجہ کرنا اور غور کرنا تاکہ مراد واضح ہو جائے۔

مثال:

فاتوا حرثکم انی شئتم۔

اس آیت میں لفظ انّی مشکل ہے اور یہ چند معنی کے لیے آتا ہے۔

i. من این کا مطلب جگہ کیلئے

دلیل۔ انّی لک هذا

ii. کیف کا معنی کیفیت۔

دلیل۔ انّی یکون لی غلام۔ اب یہاں یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا کہ انّی کو کسی معنی میں لیا جائے تو جب ہم نے لفظ (حرث) میں غور کیا جائے تو پتہ چلا کہ دوسرا معنی درست ہے پہلا غلط ہے۔

مجمل کا بیان

سوال: مجمل کی تعریف لکھیں؟

جواب:

جس میں معنی کا رش پڑ جائے جسکی وجہ سے مجمل کی مراد مشتبہ ہو جائے وہ صرف عبارت سے نہ سمجھا جا سکے بلکہ اس میں حاجت ہو رجوع کرنے کی۔ استفسار کی طرف پھر طلب کی طرف اور پھر متکلم کی طرف اسے مجمل کہتے ہیں۔

حکم:

اس کے حق ہونے کا یقین رکھنا غور و فکر کرنا یہاں تک کہ مجمل یعنی جس نے اجمال والا اقدام کیا تھا اسکی طرف سے وضاحت ہو جائے۔

وضاحت کی اقسام

اسکی دو اقسام ہیں۔

1. وضاحت کافی شافی۔

جس سے ہر بات سمجھ آ جائے کچھ رہ نہ جائے جیسے نماز۔

2. وضاحت کافی شافی نہیں۔

جس میں بات پوری سمجھ نہ آئے کچھ نہ کچھ رہ جائے۔ جیسے صور۔

متشابہ کی تعریف:

جس کی مراد کا پتا نہ چل سکے۔ جیسے الم

شوافع:

متشابہ کا علم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ علمائے راسخین بھی جانتے ہیں۔

احناف:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

علماء

- راسخین (ماہر علماء)
- زائغین (جن کے دل میں کھوٹ ہوتا)

ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ

- احناف ← مستانفہ
- شوافع ← عاطفہ

س: اگر اللہ کے علاوہ لوگوں کو اسکی مراد کا نہیں پتا تو اسے نازل کیوں کیا؟

ج: لوگوں کی دو قسمیں ذیل۔

1. علم سے بھاگنے والے ← وجہ ← رک کر پوچھیں کہ یہ کیا عجیب چیز ہے۔
2. علم کی طرف بھاگنے والے ← وجہ ← اس پر تحقیق کے بغیر آمنا بہ کہیں۔

* اصول:

بندہ کی ~~خواہش~~ آزمائش اس سے کی جاتی ہے جو اسکی خواہش کے خلاف ہو۔

متشابہ کا حکم:

معنی اور مراد الہی نہیں پتا ہے۔

جیسے الم

معنی معلوم ہے مگر مراد معلوم نہیں

جیسے

وجہ اللہ

حقیقت کا بیان

س حقیقت کی تعریف بیان کریں۔

اما الحقیقۃ فاسم لکل لفظ ارید بہ ما وضع لہ۔

جس لفظ کو جس معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے اگر اس میں استعمال ہو تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔

قیودات کے فوائد:

لفظ:

لفظ جنس کی منزلت میں ہے یہ سبھی کو شامل ہے۔

ما وضع:

فصل ہے یہ مہمل اور مجاز کو نکال دے گا۔

وضع کی اقسام

- ★ اگر یقین لغت بنانے والے کی طرف سے ہو تو وضع لغوی کہتے ہیں۔
- ★ اگر یقین شرح کو بنانے والے کی طرف سے ہو تو وضع شرعی کہتے ہیں۔

اگر یقین کسی قوم کی طرف سے ہو تو عام/خاص قوم اسے وضع عرفی کہیں گے۔

اور اگر یقین عام لوگوں کی طرف سے ہو اسے وضع عرفی عام کہتے ہیں۔

نوٹ:

حقیقت میں ان چار وضعوں کا اعتبار ہوگا اور مجاز میں اعتبار نہ ہوگا۔

ہر دونوں الفاظ کے عوارض میں کبھی معانی کو بھی لیا جاتا ہے۔

حکم حقیقت:

جس کیلئے وضع ہو اس میں پایا جائے۔

مجاز کا بیان

مجاز کی تعریف:

اما المجاز فاسم لما ارید به غیر ما وضع له لمناسبة بینهما۔

ترجمہ: جس لفظ کو جس معنی کیلئے وضع کیا ہے۔ اس میں استعمال نہ ہو اسے مجاز کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان تعلق ہو۔

تعلق:

احتراز کیا گیا ہے لفظ ذیل کو آسمان کہہ کر بات کرنے سے۔

س: تعریف میں لفظ قرینہ کیوں نہ کہا۔

ج: کیونکہ یہاں اس مجاز کی بات کی جارہی ہے۔ جو متکلم کی طرف سے ہوتی ہے۔ تو قرینہ کی ضرورت نہیں ہے۔ قرینہ کی ضرورت سامع کو ہوتی ہے۔ سننے کیلئے متکلم کو نہیں۔

س: مجاز کی تعریف میں مجاز بالزیادت شامل نہیں ہے۔ اس سے آپ کی مجاز کی تعریف جامع معنی نہیں ہے کیوں؟

ج: ایک طرح کی دو چیزیں آجائیں تو وہ تاکید کا معنی دیتی ہے (لیس مثل کی شئی)

س: عبارت کی وضاحت کریں۔

ج: وقال الشافعی لا عموم للمجاز لان ضروری

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجاز کیلئے عموم ضروری نہیں ہے۔

دلیل:

جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو مجاز کی طرف جاتے ہیں گویا کہ مجاز کی طرف جانا ضرورت ہے۔ اور مجاز میں ضرورت خصوص

سے ہی پوری ہو جاتی ہے عموم کی حاجت نہیں رہتی۔
اور اصول ہے جتنی ضرورت ہو اتنا مقدر مانا جائے گا۔

احناف:

جس طرح حقیقت میں عموم ہوتا ہے اسی طرح مجاز میں بھی ہوتا ہے۔

دلیل:

حقیقت کا عام ہونا حقیقت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس پر موجود زیادتی کی وجہ سے ہے۔ یہی زیادتی مجاز میں ہو تو وہ بھی عام ہو گا۔

نوٹ:

یہ زیادتیاں پانچ ہیں۔

1. ال مفرد غیر معہود ہو۔
2. نکرہ کا سیاق نفی میں ہو۔
3. حقیقت کا صیغہ عام کیساتھ موصوف ہو۔
4. صیغہ کا جمع ہونا۔
5. معنی کا جمع ہونا۔

شوافع کا رد:

مجاز کو ضرورت درست نہیں کیونکہ قرآن میں مجاز کا استعمال کرتے ہے۔

شوافع کے رد پر اعتراض:

اقتضاء النص قرآن پاک میں ہے اور اضافہ بھی اسے مانتے ہیں اور آپ اسے ضرورت کہہ رہے ہیں۔

جواب:

اقتضاء النص استدلال کی اقسام میں سے ہے لہٰذا یہ ضرورت مستدل کیطرف جائے گی اور مجاز کا تعلق متکلم کیطرف سے اور متکلم اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے جو کہ ضرورت سے پاک ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ حقیقت پر قدرت ہونے کے باوجود مجاز کا تلفظ اس حقیقت سے ہے۔ اس حسن کیوجہ سے کیا جاتا ہے۔

مجاز کے عام ہونے کی مثال: حدیث پاک

لا تبیعوا الدرھم بدرھمین ولا الصاع والصاعین

★ **اس حدیث پاک میں شوافع کا موقف:** یہاں پر لفظ طعام مقدر ہے۔ مطلب وہ صرف طعام ہی مراد لیتے ہیں۔ جو

پیالے میں آجائے۔ تو امام شافعی کیلئے نہیں کہ وہ ایک ہی چیز ہے۔

نوٹ:

توضیح و تلویح میں لکھا امام شافعی کا یہ قول کہ عام کو مجاز نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کی کتابوں میں نہیں ملتا ہے۔

س: **حقیقت اور مجاز کو پہچاننے کی علامتیں بیان کریں۔**

ج: جو حقیقت ہوتی ہے وہ کبھی بھی اپنے مسمی سے جدا نہیں ہوتی برخلاف مجاز کے وہ جدا ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی ہوتی۔

مثلاً۔ لفظ شیر کو ہر حال میں اسد ہی کہا جائے گا۔ اسکی نفی نہیں کر سکتے۔ مگر بہادر آدمی کو اسد کہہ بھی سکتے اور اسکی نفی بھی ہو سکتی ہے۔

اصول:

حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو تو مجازی معنی ساقط ہو جائے گا۔

س: عبارت کی وضاحت کریں۔

ج: یہ اس اصول پر پہلی تفریع ہے اسے سمجھنے سے پہلے ایک تمہید سمجھ لیں۔

* قسم کی تین اقسام ہیں۔

* (1) یمین لغو:

زمانہ ماضی میں کسی کو سچا جانتے ہوئے قسم کھانا مگر وہ چیز جس پر قسم کھائی جا رہی ہے نہ ہو۔

حکم:

اس کے پورا نہ کرنے پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ ہے۔

(2) یمین غموس:

زمانہ ماضی میں کسی کو جھوٹا جانتے ہوئے قسم کھانا۔

حکم:

احناف: گناہ ہے کفارہ نہیں ہے۔ اسکے پورا نہ کرنے پر

شوافع کے نزدیک یمین غموس کا حکم:

اس کو پورا نہ کرنے پر گناہ بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔

181

یمین منعقدہ:

زمانہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا۔

حکم:

بالاتفاق گناہ بھی ہے اور کفارہ بھی ہوگا۔

یمین لغو کی مثال:

اگر کسی نے ماضی میں کوئی ایک کام نہ کیا مگر زید نے اسے سچا جانتے ہوئے اسی کام کرنے کی قسم کھائی۔ مثلاً۔ زید نے ناشتہ نہیں کیا مگر معلوم بھی نہیں تھا کہ زید نے ناشتہ نہیں کیا اور اس نے قسم کھائی کہ اس نے ناشتہ کیا ہے تو یہ قسم یمین لغو ہے۔

یمین غموس کی مثال:

ماضی میں زید نے کسی کام کے جھوٹے ہونے پر قسم کھائی مثلاً۔ اویس نے کھانا نہیں کھایا مگر اس نے کھایا تھا اور اسکا زید کو علم بھی تھا اور اس پر اس نے جھوٹی قسم کھائی تو یہ یمین غموس ہے۔

سورۃ بقرہ:

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم
(یمین لغو)

ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم — یمین غموس مراد ہے
(حکم مطلق)

سورۃ مائدہ:

ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان
(یہاں حکم مقید ہے) (یمین منعقدہ ہوگی)

شافعی:

دونوں کا حکم ایک ہے کیونکہ سورۃ مائدہ میں مواخذہ مقید ہے اور بقرہ میں مطلق ہے۔

اصول:

جب ایک جگہ مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید ہو تو مقید والا حکم مطلق کو بھی دے دیا جائے گا۔

امام شافعی :

(بما کسبت قلوبکم) اور (عقدتم الایمان)

★ امام شافعی کے نزدیک ان دونوں کا معنی اور حکم ایک ہوگا۔ سورہ مائدہ میں مواخذہ مقید ہے اور سورہ بقرہ میں مواخذہ مطلق ہے۔

(بما عقدتم الایمان) سے یہ یمین منعقدہ میں حقیقت ہے اور عزم کے معنی میں مجاز ہے۔

اصول :

جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو تو مجاز ساقط ہو جاتا ہے۔ لہذا یہاں عزم اور کسب والا معنی ساقط ہو جائے گا جبکہ سورہ بقرہ میں مواخذہ مطلق ہے

اصول :

مطلق اپنے فرد کامل کو چاہتا ہے۔ اور آخرت میں فرد کامل آخرت کا مواخذہ یعنی گناہ ہے۔

امام شافعی کا اصول :

ایک جگہ مطلق اور مقید اکٹھے ہو جائیں تو مقید کا حکم مطلق کو دے دیا جائے گا۔

تو اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے آپ دونوں صورتوں
میں کفارہ لازم قرار دیتے ہیں .

امام اعظم کا اصول :

ایک جگہ مطلق اور مقید اکٹھے ہو جائیں تو مطلق کا
حکم مقید کو دے دیا جائے گا -

★ احناف

آپ فرماتے ہیں کہ سورۃ بقرہ میں مطلق ہے اور مطلق
سے مراد فرد کامل ہوتا ہے اور فرد کامل مواخذہ ہوتا ہے .
اور آخرت کے مواخذے سے مراد گناہ ہے .
لہذا . یہاں مطلق کا حکم گناہ ہوگا .

سورۃ بقرہ ← مطلق ← فرد کامل ← مواخذہ آخرت ← گناہ

تو آپ اپنے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں صورتوں
میں گناہ لازم کرتے ہیں -

خلاصہ

سورۃ بقرہ

ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم

مجاز

یمین غموس

مطلق

امام اعظمؒ کے نزدیک مطلق سے مقید بمعنی دونوں طرف سے ہیں

حکم: دونوں میں کفارہ

حکم: دونوں کا کفارہ

امام شافعیؒ کے نزدیک مقید سے مطلق دونوں طرف راجح ہیں

(سورۃ مائدہ)

ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ

حقیقت

یمین منعقد

مقید

س عبارت کی وضاحت کریں۔

ج والنکاح للوطی دون العقد

ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء

+ امام شافعی

امام شافعی ولا تنکحوا سے مراد (عقد نکاح) لیتے ہیں۔ جسکا مطلب ہے ایجاب و قبول۔

امام اعظم:

آپ ولا تنکحوا سے مراد (وطی/ دواعی وطی) لیتے ہیں جو کہ لغوی معنی ہے اور اگر یہ کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

نوٹ:

جس طرح ایک وقت میں یا تو گھر ذاتی ہوگا یا ادھار اسی طرح ایک وقت میں یا تو حقیقت ہوگا یا مجاز دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے

خلاصہ

ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء

- عقد نکاح — ایجاب و قبول — شرعی معنی
- وطی / دواعی وطی — لغوی معنی — اگر یہ کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگی

اصول پر چار تفریعات

اصول ۲

حقیقت اور مجاز اکٹھے نہیں

مثال ۱

مولیٰ ← غلام

- مُعتِق ← حقیقت
  - مُعتِق المعتَق — مجاز
- مُعتَق
  - مُعتِق المعتَق

یہاں حقیقت مراد ہوگی مجاز نہ ہوگی

مثال ۲

خمر

- دیگر شرابیں ← تمام پھلوں سے بننے والی
  - مجاز ← جب نشہ دے تو حرام
- اصل شراب
  - حقیقت
  - ہر صورت حرام

(حقیقت مراد ہوگا مجاز نہیں)

مثال 3

اگر کسی نے وصیت کی اور لفظ ابن یا اب استعمال کیا تو وہ وصیت کس کے لیے ہوگی۔

ابن
- حقیقت → بیٹا
- مجاز → پوتا

اب
- حقیقت → باپ
- مجاز → دادا

یہاں دونوں جگہ حقیقت مراد ہوگی مجاز نہیں۔

مثال 4

او لامستم النساء

↓

چھونا

- شوافع → ہاتھ سے چھونا → حقیقت
- امام اعظم → جماع → مجاز

امس بالید

(یہاں مجازی معنی لیا جائے گا
کیونکہ یہاں حقیقت میں دشواری ہے)

احناف :

ایک ہی وقت میں ایک ہی لفظ سے حقیقت اور مجاز اکٹھے مراد نہیں ہو سکتے۔

شوافع کی طرف سے اعتراض :

آپ کہتے ہیں کہ حقیقت اور مجاز اکٹھے نہیں ہو سکتے ہم ایسی ہی مثال دکھاتے ہیں جہاں آپ حقیقت اور مجاز اکٹھے مراد لیتے ہیں اگر کسی نے بادشاہ سے امن مانگا اپنے (ابناء) کیلئے تو اس میں بیٹے اور پوتے سب مراد ہونگے یہاں حقیقت اور مجاز اکٹھے مراد ہیں کیوں؟

⇐ ## احناف کا جواب

اس کی تین مرادیں ہیں

* یہ لفظ ظاہری طور پر پوتوں کو شامل ہے ..
* اس سے خون مراد ہے (خون کی حفاظت)
* فرع اصل میں داخل ہے .

شوافع کی طرف سے اعتراض :

(اجداد) نانی، (حقیقت) ماں

اگر خون ہی مراد ہے تو جب لفظ (ام) کیلئے امن مانگا تو اس میں ماں کیساتھ نانی کیوں نہیں آئے گی؟ کیوں؟

احناف کا جواب:

اس مثال میں آپ فرج کے تحت اصل کو لا رہے ہیں جبکہ یہ صحیح نہیں ہے اس لیے ماں کے ساتھ نانی مراد نہیں ہے۔

شوافع کا اعتراض:

آپ کہہ رہے ہیں کہ فرج کے تحت اصل نہیں آتی۔ قرآن پاک میں ہے (حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم) اس میں ماں کیساتھ نانی بھی مراد ہے۔ یہاں فرج کے تحت اصل ہے۔ ایسا کیوں؟

احناف کا جواب:

یہاں پر صرف ماں مراد ہے جبکہ نانی والا معنی اجماع سے ثابت ہے جو کہ اصول رابعہ میں سے ہے۔

اعتراض:

اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا تو قدم کی حقیقت ننگے پاؤں قدم رکھنا ہے اور مجاز جوتا پہن کر یا سواری پر داخل ہونا ہے جبکہ گھر کا حقیقی معنی اپنا گھر ہے مجازی معنی کرائے کا گھر ہے۔

احناف:

آپ کہتے ہیں جسے بھی داخل ہو جائے ہو جائے گا۔

شوافع کا اعتراض:

یہاں پر بھی دو معنی اکٹھے ہو رہے ہیں تو یہاں کیا کہا جائے گا۔

احناف کا جواب:

ہم ایک نئے اصول پر عمل کر رہے ہیں جو کہ عموم مجاز ہے۔

عموم مجاز:

لفظ کا ایسا عام معنی مراد لینا جس میں حقیقت اور مجاز اسکا فرد بن جائیں۔

امثلہ

فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا

حقیقت (ذاتی) — مجاز (کرایہ والا) — مجاز (جوتے پہنے ہو) — حقیقت (ننگے پاؤں)

(رہائش) — (دخول)

عموم مجاز

ایک رہائش ہے تحقیقی اور دوسری ہے تقدیری۔ تحقیقی سے مراد جس میں رہ رہا ہو جبکہ تقدیری سے مراد ہے رہتا نہ ہو لیکن رہنے کی طاقت رکھتا ہو۔

(ج) (جس دن خالد آئے میرا غلام آزاد ہے)

(حقیقت) (دن) — (مجاز) (رات) — (آنا) ← (عموم مجاز)

س کہاں لفظ یوم سے مراد دن ہے اور کہاں پر مطلق وقت مراد ہوگا اس پر کوئی اصول لکھیں؟

ج تمہید:

فعل کی دو اقسام ہیں (i) فعل ممتد (ii) فعل غیر ممتد

فعل ممتد:

ایسا فعل جو عرف میں پورے دن کو گھیر سکتا ہو

جیسے روزہ رکھنا وغیرہ۔

فعل غیر ممتد:

جو ظرف میں پورے دن کو نہ گھیرتا ہو جیسے کھانا کھانا وغیرہ

اصل جواب:

اگر فعل ممتد ہو تو یوم سے مراد دن ہوگا اور اگر فعل غیر ممتد ہو تو مطلق وقت مراد ہوگا۔

نوٹ:

لفظ یوم ہمیشہ مضاف ہوکر استعمال ہوگا اور مضاف بھی ایک جملے کی طرف ہوگا اس سے پہلے بھی ایک فعل آتا ہے جو کہ عامل ہوتا ہے۔

س کلام میں کس کا اعتبار کیا جائے گا؟ عامل کا یا مضاف الیہ کا۔

ج

اصول:

1. جب دونوں فعل ممتد ہوں تو یوم سے مراد دن ہوگا۔
2. اگر دونوں غیر ممتد ہوں تو یوم سے مراد مطلق دن ہوگا۔
3. اگر ایک ممتد اور دوسرا غیر ممتد ہو تو عامل کا اعتبار کیا جائے گا۔

اصطلاحات

1. **نقع تمر:**

بھگوئے ہوئے چھوارے کا نشہ آور پانی

2. **نقع زبیب:**

بھگوئے ہوئے انگور کا نشہ آور پانی۔

3. **اصل خمر:**

پانی میں تازہ انگور ڈال کر چھوڑ دیا جائے اسی طرح وہ جوش مارنا شروع کر دے نیچے کی چیز اوپر اور اوپر کی چیز نیچے چلی جائے تو اسے اصل خمر کہیں گے۔

امام اعظم	جھاگ پھینکنا شرط
صاحبین	شرط نہیں ہے۔

195

عبارت کی وضاحت کریں

(انما ارید النذر والیمین فیما اذا قال للہ علیّ صوم رجب)

اگر کوئی کہے اللہ کیلئے مجھ پر رجب کے روزے ہیں منت اور قسم مراد ہوگی

(وضاحت)

اعتراض:

آپ لوگوں نے کہا ایک وقت میں حقیقت اور مجاز مراد نہیں ہو سکتے حالانکہ اس عبارت میں آپ دونوں کو مراد لے رہے ہیں جبکہ یہ جائز نہیں ہے۔

جواب:

اصل میں منت ہم ظاہری الفاظ کی بنا پر لے رہے ہیں اور قسم موجب کے اعتبار سے لے رہے ہیں وہ اسطرح کہ یہ جملہ کہنے سے پہلے بندے پر رجب کے روزے چھوڑنے جائز تھے لیکن یہ کہنے کے بعد روزے چھوڑنے حرام ہو گئے۔ اب چھوڑے گا تو گناہ ہوگا۔ ہم نے حقیقت کو جملہ سے مراد لیا جبکہ مجاز کو اسکے لازم کی وجہ سے مراد لیا۔

اصول: حلال چیز کو حرام کہنا قسم ہے۔

دلیل: ایک بار حضور علیہ السلام نے اپنے اوپر شہد یا حضرت ماریہ کو حرام کر لیا مطلب کہ یہ میں استعمال نہیں کروں گا۔ اس وقت آیت نازل ہوئی

ترجمہ: اے محبوب! جو چیز اللہ نے تم پر حلال کی تم کیوں حرام کرتے ہو
تم پر فرض ہے کہ قسم توڑ دو۔
جبکہ حضور علیہ السلام نے تو قسم کھائی ہی نہیں تھی۔

مثال: (خریدنا اور مالک ہونا) خریدنا ظاہر ہے مالک ہونا
موجب ہے۔

نوٹ:

اگر وہ لفظ رجب پر تنوین نہیں پڑھتا تو اسی سال کا رجب
مراد ہوگا اور اگر تنوین پڑھ دے تو پوری زندگی کے رجب میں سے
کوئی ایک رجب مراد ہوگا۔

* موجب بغیر نیت کے ثابت ہوتا ہے لیکن پیچھے آپ کہہ رہے
ہیں کہ نیت کرے گا تو قسم مراد ہوگی۔

ج: بر حقیقت مہجورہ کیطرح ہے اس لیے نیت کی محتاجگی ہوگی۔

فصل فی علاقۃ المجاز

س استعارہ کی تعریف اور مثال بیان کریں۔

ج مجاز اور استعارہ اصولیوں کے نزدیک ایک ہی چیز ہے۔

* جبکہ اہل بیان کے نزدیک مجاز کی ایک قسم ہے اگر علاقہ تشبیہ کا ہے تو ایسے استعارہ کہتے ہیں اور اگر تشبیہ کے علاوہ پچیس میں سے کوئی اور علاقہ ہے تو اسے مجاز مرسل کہیں گے۔

* **نوٹ:** مصنف نے مجاز مرسل کے علاقوں کو صورتًا کا نام دیا ہے اور استعارہ کے علاقوں کو معنًا کا نام دیا ہے۔

"الاتصال بین الشیئین صورتًا او معنًا"

اتصال معنوی

اتصال صوری

* **اتصال معنوی کی حسی مثال:**

(بہادر آدمی کو شیر کہنا) آدمی اور شیر دونوں ایسے مشہور وصف میں مشترک ہیں جو شیر کیسا تھ لازم ہے اور وہ ہے بہادری غیر مشہور وصف جیسے کہ حیوان ہونا۔ خوفناک ہونا۔ گندہ دہن وغیرہ ان چیزوں کیوجہ سے کسی کو شیر نہیں کہہ سکتے۔

اتصال معنوی کی شرعی مثال:

(عقد مشروع) اس بات میں غور کی جائے کہ یہ عقد کسی وجہ سے جائز ہوا اگر وہی وجہ کسی اور چیز میں پائی جائے تو ان دونوں کو ایک دوسرے کیلئے استعارہ لے سکتے ہیں (مثال) صدقہ اور تحفہ یہ دونوں چیزیں اس بات میں مشترک ہیں کہ بغیر عوض کے کسی کو مالک بنایا جائے (2) ایسے ہی حوالہ اور حوالہ یہ دونوں ضمانت میں مشترک ہیں۔

اتصال صوری کی حسی مثال:

(بارش کو آسمان کہنا) بارش کی صورت آسمان کی صورت سے متصل ہے کیونکہ عرف میں ہر وہ چیز جو اوپر ہو اسے آسمان کہہ دیا جاتا ہے۔ چونکہ بارش بھی اوپر سے آتی ہے اس لیے آسمان کہہ دیا گیا۔

اتصال صوری کی شرعی مثال:

سبب اور تعلیل کے اعتبار سے اتصال ہو اس طرح کے پہلی چیز دوسری کیلئے علت یا سبب بنے اور دوسری پہلی کیلئے معلول بنے یا مسبب بنے (مثال) ملک متصل ہے خریدنے کیساتھ۔

س اتصال ثوری کی اقسام تحریر کریں۔

ج اسکی دو اقسام ہیں۔

(*) اتصال من حیث التعلیل (**) اتصال من حیث السببیت

* اتصال من حیث التعلیل۔

تعریف،

علت کا اتصال معلول کیساتھ اور معلول کا اتصال علت کیساتھ

* مثال،

جیسے ملک اور شراح

* حکم،

اس میں دونوں طرف سے استعارہ مراد لینا جائز ہے یعنی ملک بول کر شراح اور شراح بول کر ملک مراد لے سکتے ہیں۔

* اس پر مصنف نے کونسی تفریع بیان کی ہے؟

ج (اذا قال رجل ان اشتریت عبدًا فهو حر نوای الملک)

اگر کسی نے کہا (ان ملکت عبدا فهو حر) پھر اس نے آدھا غلام خریدا اور پھر اسے بیچ کر دوسرا آدھا خریدا تو غلام آزاد نہ ہوگا۔

★ اصول:

شراح کے پائے جانے کیلئے بیک میں کل کا اجتماع شرط نہیں بلکہ بیک کے پائے جانے کیلئے کل کا اجتماع شرط ہے جیسے عزام

نوٹ:

یہ ساری تفصیل اس وقت ہے جب اس نے عبدًا نکرہ میں کہا اگر معرفہ یعنی ھذا العبد کہا تو پھر بیک اور شراح کسی میں بھی کل کا اجتماع شرط نہیں کیونکہ جمع ہونا اور جدا ہونا دونوں وصف ہیں۔

★ اصول:

وصف حاضر میں فضول اور غائب میں معتبر ہوتا ہے۔

★ نوٹ:

اگر قائل کہے کہ میں نے شراح بول کر ملکیت مراد لی تھی تو دیانۃً تصدیق کردی جائے گی قضاءً نہیں کی جائے گی۔

اتصال من حیث السببیت

سبب کی تعریف:

جو علت نہ ہو لیکن اس کی طرف حکم کی اضافت کی جائے۔

* **تعریف:**

جو حکم تک جانے کا راستہ ہو اسکی طرف نہ وجود کی نسبت ہو اور نہ ہی وجوب کی اور نہ ہی اس میں علت کا معنی پایا جائے لیکن اس کے اور حکم کے درمیان ایک ایسی چیز ہو جسکی طرف حکم کی نسبت پائی جائے۔

* **مثال:**

ملک متع کا زائل ہونا ملک رقبہ کے زائل ہونے سے متصل ہے یعنی جب کوئی اپنی لونڈی سے کہے (انت حر) تو لونڈی آزاد ہو گئی ساتھ ہی ملک بضع بھی زائل ہو گئی ایسے ہی جب بندہ رقبہ کا مالک ہوتا ہے تو ملک بضع کا بھی مالک ہوتا ہے۔

* **حکم:**

ایک جانب سے استعارہ درست ہے یعنی سبب بول کر مسبب مراد لے سکتے ہیں لیکن اسکا عکس جائز نہیں۔

* **مثال:** (انت حر) کہہ کر طلاق مراد لینا جائز ہے۔ ایسے ہی (العت منك نفسی) کہہ کر نکاح مراد لینا جائز ہے لیکن ان

کما الث جائز نہیں۔

⇐ اصول:

کل بول کر جز تو مراد لیا جاسکتا ہے لیکن جز بول کر کل مراد نہیں لیا جاسکتا۔

* مثال: جیسے پانچ میں دو آجائے گا لیکن دو میں پانچ نہیں آئے گا۔

* نوٹ:

اگر مسبب سبب کیساتھ ہے تو مسبب بول کر سبب مراد لے سکتے ہیں۔

مثال:

قرآن پاک میں ہے (انی ارانی اعصر خمرا) میں نے خواب میں شراب کو نچوڑا) یہاں مسبب بول کر سبب مراد لیا جا رہا ہے۔ کیونکہ سبب مسبب کیساتھ بھی انگور شراب کیساتھ خاص ہے۔

* امام شافعی:

یہاں دونوں طرف سے استعارہ درست ہے یعنی سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لے سکتے ہیں۔

احناف کی طرف سے رد:

طلاق کو قید کے اٹھانے کیلئے بنایا گیا ہے اور حق آزادی

ہے وہ قوت کو ثابت کر دیتے ہے لہٰذہ دونوں میں مشابہت نہیں پائی جا رہی

حقیقت کی اقسام

اس کی تین اقسام ہیں۔

* مستعملہ * متعذرہ * مہجورہ

1 مستعملہ:

ایسی حقیقت جس پر عمل کرنا ممکن ہو۔

2 متعذرہ:

جس پر عمل کرنا ممکن ہو لیکن مشقت کیساتھ۔

* حکم:

مجاز پر عمل کیا جائے گا اگر کوئی مشقت کر کے حقیقت پر عمل کرے تو اس پر حکم نہیں لگایا جائے گا۔

* مثال:

کسی نے قسم کھائی کہ میں درخت نہیں کھاؤں گا مطلب عین درخت کو کھانا اگرچہ مشکل ہے لیکن ممکن ہے اسکا مجازی معنی ہوگا اگر پھل دار ہے تو پھل کھانا اگر پھل دار نہیں ہے تو بیچ کر قیمت کھانا۔

* اعتراض:

بندے نے کہا درخت نہیں کھاؤں گا حالانکہ نہ کھانا تو مشکل نہیں ہے بلکہ کھانا مشکل ہے۔

جواب:

قسم جب کسی نفی پر داخل ہو تو وہ کام سے روکنے کیلئے ہوتی ہے یعنی قسم کا موجب یہ ہوتا ہے کہ وہ فعل منع ہو جائے اور جو چیز نہ کھائی جانی ہو وہ تو ویسے ہی منع ہو جائے قسم کھائے یا نہ کھائے۔

3 **مہجورہ:**

جس پر عمل کرنا ممکن ہو لیکن شریعت یا عرف کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہو۔

مہجور عرفی کی مثال:

(گھر میں قدم نہیں رکھوں گا) اگر وہ صرف قدم رکھے جسم باہر ہی ہو تو حانث نہیں ہوگا جبکہ اگر جسم اندر چلا گیا تو حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ عرف میں قدم رکھنے سے مراد جسم کا اندر جانا ہے۔

مہجور شرعی کی مثال:

مسلمین نے کاشف کو وکیل بنایا اور کہا کہ جھگڑا بات پر نہیں نہیں کرنا ہے اس کا حقیقی معنی صرف نہیں بولنا جبکہ اس کا مجازی معنی ہے کہ کبھی نہیں کہنا اور کبھی ہاں کہنا یعنی موقع محل کے مطابق بولنا اب یہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا کیونکہ شریعت نے جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے۔

امام شافعی/امام زفر:

آپ دونوں فرماتے ہیں کہ یہاں حقیقت ہی مراد ہوگی کیونکہ اس نے اسی چیز کے بیسے لیے ہیں۔

س عبادت کی وضاحت کریں۔

ج واذا حلف لا یکلم ھذا الصبی ثم تقید بضمان صباح

* یہ مجبور شرعی کی مثال ہے۔

اگر کسی نے قسم کھائی میں اس بچے سے کلام نہیں کرونگا تو مراد بچپن نہیں لیا جائے گا بلکہ وہ ذات مراد لی جائے گی۔ اس کا حقیقی معنی ہے بچپن میں کلام کرنا اور مجازی معنی بڑے ہوکر کلام کرنا اب یہاں حقیقی معنی شریعت کیوجہ سے نہیں لیا جائے گا کیونکہ حدیث مبارکہ ہے۔

(جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے۔ بڑوں کی عزت نہ کرے۔ اور عالموں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں)

* اعتراض:

آپ ایک مسئلہ سے بچے لیکن تین مسئلوں میں جاکر پھنس گئے (۱) اگر ذات مراد لی تو اس میں بچہ بھی آجائے گا (۲) بڑا بھی آجائے گا۔ (۳) مومن بھی آجائے گا۔

مثال:

اگر کوئی قسم کھائے میں گندم نہیں کھاؤں گا اب اس کا حقیقی معنی گندم کھانا اور مجازی ہے کہ گندم سے تیار شدہ چیزیں کھانا جیسے روٹی یا بسکٹ کھانا وغیرہ

* **امام اعظم:** گندم کھائے گا تو حانث ہوگا۔

* **صاحبین:**

روٹی کھائے گا تو حانث ہوگا
جو بھی کھائے گا حانث ہو جائے گا۔

* **مثال:**

کسی نے قسم کھائی میں نہر فرات سے پانی نہیں پیوں گا۔ حقیقی معنی ڈائریکٹ منہ لگا کر پینا اور مجازی معنی چلو میں یا کوئی برتن میں لے کر پیا جائے۔

امام اعظم: منہ لگا کر پیئے گا تو حانث ہوگا

صاحبین:

چلو میں یا برتن میں پیئے گا تو حانث ہوگا
جیسے بھی پیئے گا حانث ہو جائے گا۔

★ نوٹ:

کہ اگر کسی نے کہا فرات کا پانی نہیں پیوں گا تو پانی جہاں سے بھی پیئے گا یعنی اس نہر کا پانی جہاں سے بھی پیئے یعنی جہاں جہاں پانی جاتا ہے پیئے گا تو حانث ہو جائے گا۔

س یہ اختلاف کیوں ہوا؟

اس اختلاف کی بنیاد ایک اور اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے بلا اتفاق لیکن (امام اعظم) کے نزدیک تکلم میں خلیفہ ہے۔ خلیفہ بننے کیلئے تین شرائط ہیں۔

صاحبین:

کے نزدیک حکم میں خلیفہ ہے۔

س تکلم سے کیا مراد ہے۔

اس میں تین چیزیں آتی ہیں۔

1. وہ جملہ عربی عبارت کے اعتبار سے درست ہو
2. اس کا مفہوم لفظ کے اعتبار سے درست بنتا ہو۔
3. وہ بات عقل میں آنے والی ہو۔

س مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے کس کے نزدیک اور کس کے اعتبار سے؟ اختلاف لکھیں۔

ج امام اعظم: آپ کے نزدیک تکلم میں ہے۔

صاحبین: آپ کے نزدیک حکم میں ہے۔

⇐ تکلم سے مراد تین چیزیں ہیں۔

1. وہ جملہ عربی عبارت کے اعتبار سے درست ہو۔
2. مفہوم لفظ کے اعتبار سے درست ہو۔
3. بات عقل میں آنے والی ہو۔

حکم سے مراد:

حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو اگرچہ کسی وجہ سے نہ کر سکے اگر حقیقت ممکن نہیں تو جملہ فضول ہے۔

مثال:

اگر کسی نے کہا اپنے غلام سے (ھذا ابنی) حالانکہ یہ غلام عمر میں بڑا ہے۔ اسکا حقیقی معنی بیٹا ہونا اور مجازی معنی آزادی ہے اب حقیقت پر عمل ہونا ممکن نہیں ہو سکتا تو صاحبین کے نزدیک جملہ فضول ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک مجازی

معنی یعنی وہ آزاد ہو جائے گا۔

نوٹ:

اگر کوئی اپنے غلام سے کہے (اعتقتک قبل تخلق) میں نے تجھے تیرے پیدا ہونے سے پہلے آزاد کیا تو سبھی کے نزدیک یہ جملہ فضول ہے۔

اعتراض:

اے امام اعظم آپ نے اس جملے کو فضول کیوں کہا (اعتقتک قبل تخلق)

جواب:

کیونکہ اس میں تکلم میں پائے جانے والا تیسرا پوائنٹ ہی نہیں صادق آرہا اس لیے اسے فضول کہا۔

معترض:

جناب تیسرا پوائنٹ تو اوپر والی مثال میں بھی نہیں پایا جا رہا تھا تو وہاں مجاز کیوں مراد لیا۔ (ھذا ابنی)

جواب:

وہاں بات ابتداً عقل میں آرہی تھی بعد میں پتا لگا کہ عمر میں بڑا ہے لیکن دوسری مثال ابتداً عقل میں نہیں آرہی۔

صاحبین پر اعتراض:

(زید اسد) اسکا مجازی معنی زید شیر ہو اور مجازی معنی ہے بہادری اب یہاں حقیقی معنی ممکن نہیں ہے تو مجازی معنی بھی مراد نہیں ہونا چاہیے۔ یہ فضول ہونا چاہیے۔

جواب:

صاحبین کہتے ہیں یہ حقیقت مجاز نہیں ہے یہاں پر (ک) تشبیہ والا محذوف ہے۔

س **اگر حقیقت اور مجاز دونوں متعذر ہوں تو کیا حکم ہے؟ مثال بتاؤ۔**

ج اس وقت کلام لغو ہو جائے گا۔

مثال:

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے **(ھذہ بنتی)** حالانکہ اسکا نسب کسی اور سے مشہور ہے اب اس جملہ کا حقیقی معنی ہے بیٹی ہونا اور یہ ممکن نہیں مجازی معنی ہے طلاق اور وہ بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ طلاق کیلئے نکاح ضروری ہے اور نکاح باپ سے ہو نہیں سکتا لہذا جملہ فضول ہے اگر وہ بندہ اس بات کا اصرار کرتا ہے تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دیگا کیونکہ وہ خود ہی جماع سے رکا ہوا ہے۔ لہذا وہ مجبوب اور عنین کی طرح ہوگا

لیکن اگر اسکا نصب کسی اور سے مشہور نہ ہو تو اس سے نصب ثابت ہو جائے گا۔

س: کتنے مقام ایسے ہیں جہاں حقیقت کو چھوڑا جائے گا اور مجاز پر عمل کیا جائے گا؟

ج. پانچ مقام ہیں۔

1۔ دلالت عادت

جیسے لفظ صلوۃ اور لفظ عادت

صلوۃ کا حقیقی معنی نماز اور مجازی معنی دعا ہے۔

حج کا حقیقی معنی ارادہ کرنا اور مجازی معنی حج کرنا ہے۔

لے: عادت میں ان دونوں کے حقیقی معنی کو چھوڑ دیا جاتا ہے لہذا جو حج اور نماز کی نذر مانے اس پر نماز اور حج واجب ہوگا۔

★ دلالت لفظ:

کبھی کبھار حروف کے مادہ اور اشتقاق کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مثال: کسی لفظ کو ایسے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو جس میں قوت پائی جائے تو اس سے وہ نکل جائے گا جس میں معنی کی

کمی پائی جائے۔

مثال: لفظ (لحم) گوشت سے بنا ہے یہ مچھلی کو شامل نہیں ہوگا کیونکہ مچھلی میں معنی کی کمی پائی جارہی ہے کیونکہ اس میں خون نہیں ہوتا اگر اس میں خون ہوتا تو اس کو بھی دوسرے جانوروں کی طرح ذبح کیا جاتا۔

* اگر کوئی قسم کھائے کہ میں لحم نہیں کھاؤں گا تو وہ مچھلی کھانے سے حانث نہیں ہوں گا
* امام مالک فرماتے ہیں کہ مچھلی کھانے والا حانث ہو جائے گا

دلیل:

قرآن پاک میں مچھلی کو لحم کہا گیا ہے (لحما طریا)

امام مالک کا رد:

یہاں حقیقی معنی کو دلالت لفظ کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے گا۔

* عرف میں مچھلی بیچنے والے کو قصائی نہیں کہا جاتا۔
* اگر کوئی کہے کہ میرے غلام آزاد ہیں تو اس میں مدبر اور مکاتب آزاد نہیں ہوں گے اصل ہی ہوگا
* اگر کوئی کہے کہ میں فاکھہ نہیں کھاؤں گا تو وہ انگور، انار اور کھجور کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

اعتراض:

پھر تو چور میں جیب کترا بھی نہیں آنا چاہیے کیونکہ اس میں بھی معنی کی زیادتی پائی جا رہی ہے۔

جواب:

یہ دلالت النص کی وجہ سے شامل ہے جیسے لفظ اُف میں مارنا اور جھڑکنا۔

دلالت سیاق کلام:

مثال: کسی نے خالد سے کہا (طلق امراتی ان کنت رجلا)
اب اس جملے میں "طلق امراتی" کا حقیقی معنی وکیل بنانا ہے لیکن آگے والا جملہ "ان کنت رجلا" اس حقیقی معنی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا گیا۔

اس معنی کی دلالت جو متکلم کی طرف لوٹے:

دلالت معنی یرجع الی المتکلم

مثال:

عورت باہر جانے لگی شوہر غصے میں تھا اس نے کہا (ان خرجت الدار فانت طالق) غصہ ختم ہو گیا۔
وہ گھر سے باہر نہیں گئی طلاق نہیں ہوگی۔ اسکا

حقیقی معنی یہ ہے کہ اگر اپنے شوہر کی اسی حالت یعنی غصہ کی حالت میں نکلی تو طلاق ہوگی اور اگر غصے کے بعد نکلی تو طلاق نہیں ہوگی۔

★ دلالت محل کلام۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ کلام کا مفہوم درست سمجھنے کیلئے کسی چیز کو محذوف ماننا ضروری ہے اگر نہ مانیں تو معاذ اللہ قرآن و حدیث میں کذب لازم آئے گا۔

مثال:

انما الاعمال بالنیات۔

اسکا حقیقی معنی تو یہ ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے مطلب نیت ہے تو عمل ہے۔ نیت نہیں تو عمل نہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات بغیر عمل کے بھی نیت ہوجاتی ہے اس لیے اس میں (ثواب) محذوف ہے اصل عبارت کچھ یوں ہوگی۔

(انما ثواب الاعمال بالنیات)

★ یعنی اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

★ حکم کی دو اقسام ہیں۔

★ **دنیاوی حکم:** کسی عمل کا درست یا فاسد ہونا۔

★ اخروی حکم:

عمل پر ثواب یا گناہ ملنا۔

★ یہاں پر حدیث پاک میں بالاتفاق اخروی حکم مراد ہے جبکہ امام شافعی دونوں حکم مراد لیتے ہیں۔

(البحث الثانی)

کتاب السنۃ

س: سنت اور حدیث کی تعریف کریں۔ نیز یہاں سنت سے کیا مراد ہے۔

ج: سنت۔

حضور علیہ السلام کے قول، فعل اور سکوت نیز صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو سنت کہتے ہیں۔

حدیث:

سرکار علیہ السلام کے قول کو حدیث کہتے ہیں

یہاں سنت سے یہی مراد ہے۔

س: کتاب السنہ کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟

ج: کتاب السنۃ کی چار اقسام ہیں۔

1۔ کیفیۃ الاتصال بنا من رسول اللہ

2. التقسیم الثانی انقطاع
3. التقسیم الثالث فی بیان محل الخبر الذی جعل الخبر فیہ الحجۃ۔
4. التقسیم الرابع فی بیان نفس الخبر

1. الاتصال بنا من رسول اللہ

الاتصال کی وجہ حصر

اتصال
- کامل → خبر متواتر
- قاصر
  - شبہ صورۃ ہو → خبر مشہور
  - شبہ صورۃ معنی ہو → خبر واحد

س: خبر متواتر کی تعریف بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ اس میں کتنے راویوں کا ہونا ضروری ہے؟

ج: خبر متواتر:
ایسی حدیث جسکو اتنے لوگ روایت کریں جنکا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو اور یہی تعداد شروع سے آخر تک رہے اس کو خبر متواتر کہتے ہیں۔

1 عادل ہوں (2) تعداد زیادہ ہو
3 مختلف علاقوں میں رہ کر بھی ایک ہی حدیث بتائیں۔

* راویوں کی تعداد:
اس میں راویوں کی تعداد معین نہیں بعض لوگ کہتے ہیں سات ہونا ضروری ہے بعض کہتے ہیں چالیس ہونا ضروری ہے اور بعض کے نزدیک ستر ہونا ضروری ہے۔

س متواتر کی مثال لکھیں۔
ج 1 قرآن کو نقل کرنا (2) پانچ نمازیں یہ مطلقاً متواتر ہیں نہ کہ خبر متواتر کیونکہ خبر متواتر کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں (انما الاعمال بالنیات) یہ حدیث متواتر ہے اور بعض کہتے ہیں (النیات علی المدعی) یہ حدیث متواتر ہے۔

س متواتر کا حکم بیان کرتے ہوئے اختلاف لکھیں؟
ج حکم: علم یقین کو واجب کرتی ہے جیسے (مشاہدہ) اور اس کا منکر کافر ہے۔

اختلاف:

⇐ معتزلہ: علم طمانیت کو واجب کرتی ہے جس میں شبہ کی جانب راجع ہوتی ہے۔

⇐ ابو بکر دقاق: علم استدلال کو ثابت کرتی ہے جو مقدمات کو ملانے سے حاصل ہوتا ہے۔

* نوٹ:

بہتر زمانے تین ہیں۔

1. صحابہ کا زمانہ 2. تابعین کا زمانہ
3. تبع تابعین کا زمانہ

* خبر منقطع:

جو پہلے زمانے میں زیادہ مشہور ہو بعد میں اس کے راوی کم ہو جائیں اسے منقطع کہتے ہیں۔

س خبر مشہور کی تعریف اور حکم بیان کریں۔

ج خبر مشہور: جسکو پہلے زمانے میں ایک یا دو بندوں نے روایت کیا ہو بعد میں اسکی حالت متواتر والی بن گئی ہو۔

* حکم:

یہ علم طمانیت کو واجب کرتی ہے اسکا منکر گمراہ ہے نہ کہ کافر اس سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز ہے اسکا درجہ واحد سے اوپر اور متواتر سے کم ہے جبکہ امام جصاص کہتا ہے کہ یہ متواتر کی ہی ایک قسم ہے۔

* نوٹ:

تبع تابعین کے بعد اس کے مشہور ہونے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس سے کوئی بھی خبر واحد نہ ہوگی سب مشہور ہوگی۔

س: خبر واحد کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

ج: خبر واحد:

جسے ایک، دو یا چند افراد روایت کریں اسے خبر واحد کہتے ہیں۔

حکم: یہ عمل کو واجب کرتی ہے۔

"عمل کو واجب کرنے کے دلائل"

۱: قرآن کریم: فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا۔

تفصیل: اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک قوم سے اور تمہارے ہر علاقے میں سے ایک چھوٹا گروہ علم دین حاصل کرنے جائے تاکہ وہ واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائے اور دین سکھائے۔

یہاں پر فرمایا کہ ایک گروہ جائے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائے اور وہ ڈرانے والا ایک ہوگا جبکہ باقیوں پر ڈرنا لازم ہوگا۔ اور یہ ڈرانے والا ایک ہوگا جو کہ خبر واحد کے طور پر ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد عمل کو واجب کرتی ہے۔

2 حدیث پاک:

حدیث بریرہ: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس صدقے کا گوشت تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بریرہ یہ گوشت مجھے بھی دو تو حضرت بریرہ نے عرض کی کہ یہ گوشت صدقے کا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے یہ صدقہ ہے میرے لیے یہ تحفہ ہے۔

تفصیل:

"یہ گوشت صدقہ کا ہے" یہ خبر دینے والا ایک فرد حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مان لیا اور فرمایا تمہارے لیے یہ صدقہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد عمل کو واجب کرتی ہے۔

3 **اجماع :**

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام قبیلہ قریش میں سے ہوگا تو وہاں جتنے صحابہ بیٹھے تھے سب نے اتفاق کیا ۔

تفصیل :

اب سب صحابہ نے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ایک فرد کے کہنے پر مان لیا اور اجماع ہوگیا پس ثابت ہوا کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے ۔

4 **قیاس :**

ہم درجے میں بیٹھے ہوں تو کوئی ایک اسلامی بھائی آکر کہے کہ فلاں کو ناظم صاحب بلا رہے ہیں تو اس ایک کی بات سن کر جانا فرض ہوگا لہٰذا قیاس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے ۔

س راوی کے معروف اور مجہول ہونے کے اعتبار سے کتنی اقسام اور احکام ہیں؟

ج راوی کے معروف اور مجہول ہونے کے اعتبار سے دو اقسام ہیں۔

* راوی معروف
* راوی مجہول

معروف راوی کی دو اقسام ہیں۔

1 معروف بالفقہ والاجتہاد:

جو فقہ اور اجتہاد کے اعتبار سے مشہور ہوں۔

مثال: خلفائے راشدین۔ عبادلہ

حکم:

اگر ان کی حدیث قیاس کے مطابق تو ٹھیک ورنہ قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

امام مالک: قیاس پر عمل کریں گے۔

دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جو جنازہ اٹھائے وہ وضو کرے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا ہم خشک لکڑیوں کو اٹھانے کیلئے وضو کریں (اب عبداللہ بن عباس نے قیاس پر عمل کیا)

ان کا رد: بات تو ان صحابہ کی چل رہی ہے جو فقہ اور اجتہاد میں مشہور ہوں جبکہ ابو ہریرہ تو حافظے والے ہیں۔

س ایسا کیوں کہ حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا جائے گا؟

ج قرآن میں ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الالباب)

مثال: حدیث مصرات:

س* حدیث مصرات کیا ہے؟

ج **حدیث:** اونٹ اور بکریوں میں تصرہ نہ کرو پھر اگر چاہو تو اسے رکھ لو ورنہ واپس کر دو اور جانور کے پیسے کے ساتھ جانور کے ساتھ ایک کلو کھجور بھی دے گا۔

مصر:

کوئی بندہ اپنی بھینس کا دودھ نہ دوہے دو تین دن تک تاکہ جب اسے بیچے تو دودھ زیادہ ہونے کی وجہ سے قیمت زیادہ ہو اسے مصر کہتے ہیں۔

حکم میں اختلاف:

امام شافعی: حدیث پر عمل ہوگا۔

امام ابویوسف: دودھ کی قیمت واپس ہوگی۔

امام اعظم: یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ اس نے تاوان دینا ہے تاوان قیمی ہے کہ یا مثلی۔ اس لیے کھجوروں سے دے جانا

والی تاوان نہ فیمی ہے نہ مثلی ۔ اس لیے جتنے پیسوں کا دودھ ہوا اتنے پیسے واپس لے لے گا ۔

اختلاف کی تفصیل :

یہ سارا اختلاف عیسٰی بن ابان کے نزدیک ہے
اکثر متاخرین کے نزدیک ہے جبکہ امام کرخی فرماتے ہیں ہر حدیث کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا بشرطیکہ یہ کتاب اللہ اور حدیث مشہور کے خلاف نہ ہو ۔

دلیل :

فاروق اعظم نے جنین کے بارے میں حمل بن مالک کی حدیث پاک کو قبول فرمایا اور (غرّۃ) لازم فرمایا ۔

(غرّۃ) : اس کا معنی غلام :

جنین : پیٹ میں موجود بچہ ،

(اب یہ حدیث ہر اعتبار سے قیاس کے خلاف ہے کیونکہ اگر بچہ زندہ ہو تو مکمل دیت لازم ہونی چاہیے اگر مردہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے یہ غلام کہاں سے آ گیا)

نوٹ : نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹنا اگرچہ یہ بھی خلاف قیاس ہے پھر بھی اس پر عمل کیا جائے گا کیونکہ اس کو بڑے بڑے

صحابہ نے روایت کیا ہے۔

س راوی کے مجہول ہونے سے کیا مراد ہے نیز اسکی اقسام اور حکم بیان کریں۔

ج راوی کے مجہول ہونے سے مراد ہے کہ اس سے ایک یا دو حدیثیں روایت ہوں جیسے وابصہ بن معبد (اسکی پانچ اقسام ہیں)

1 اسلاف نے اس سے روایت کی ہو۔
2 اسلاف نے طعن کرنے سے سکوت کیا ہو۔
3 اسلاف نے اختلاف کیا ہو

حکم ہے (یہ معروف کی طرح ہے)

4 اسلاف نے اس کا رد کیا ہو ۔ حکم ۔ قبول نہیں ہوگا

5 اسکی حدیث ظاہر نہیں ہوئی کہ قبول ہوئی نہ رد ہوئی
حکم ۔ بشرطیکہ قیاس کے خلاف نہ ہو

شرائط راوی کا بیان :

س راوی میں کتنی شرطوں کا ہونا ضروری ہے ۔ تفصیل بیان کریں۔

ج خبر واحد اس وقت حجت بنے گی جب راوی میں چار شرطیں پائی جائیں :

1 عقل 2 ضبط 3 عدالت 4 اسلام

1. عقل:

یہ انسان کے اندر ایسا نور ہوتا ہے جس سے ایسا راستہ روشن ہوتا ہے جسکی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے جس پر حواس خمسہ کی انتہا ہوتی ہے

نوٹ:

روایت حدیث میں عقل کامل ہونا ضروری ہے۔ عقل قاصر کافی نہیں ہے۔ لہذا بچہ، مجنون، معتوہ شامل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو شریعت نے ان کو ذاتی کاموں میں تصرف کی اجازت نہیں دی۔ تو حدیث پاک میں بدرجہ اولی نہیں ہے۔

2. ضبط:

کلام کو اس کے تمام کلمات تمام حیثیت کیساتھ اس طرح سننا جسطرح حق ہے پھر اس کے لغوی و شرعی معنیٰ کو سمجھنا اور یاد رکھنا۔ بھولنے کے ڈر سے بار بار تکرار کرنا۔ یہاں تک کہ ایسے ہی آگے روایت کر دے یا کتاب میں لکھوا لے یہ ضبط ہے۔

3. عدالت: استقامت فی الدین یہاں کامل عدالت کا اعتبار

ہو گا۔ کامل عدالت یہ ہے کہ اسکی عقل دینی معاملات میں خواہش اور شہوت پر غالب ہو اگر اس نے کبیرہ گناہ کیا یا صغیرہ پر اصرار کیا تو عدالت ساقط ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے نزدیک کبیرہ گناہ۔

1 شرک 2 مسلمان کا قاتل 3 عورت پر تہمت لگانا
4 میدان جنگ سے بھاگنا 5 یتیم کا مال کھانا 6 والدین کی نافرمانی
7 حرم میں لڑائی 8 سود کھانا

حضرت علی کے نزدیک کبیرہ گناہ۔ 9 چوری

حضرت ابو ہریرہ کے نزدیک: 10 شراب پینا 11 لواطت
12 جادو 13 جھوٹی گواہی 14 جھوٹی قسم
15 ڈاکہ زنی 16 غیبت 17 جوا

نوٹ:

ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک اضافی چیز ہے ہر گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے صغیرہ ہے اور نیچے والے کے اعتبار سے کبیرہ ہے۔

6 اسلام:

اللہ پاک کی صفات کیسی اور اسماء کیسا کی تصدیق کرنا اور اس کے احکام اور شریعت کو قبول کرنا اس میں

اجمالی ایمان کافی ہے کیونکہ سرکار علیہ السلام نے چاند کے بارے میں اس اعرابی کی خبر قبول فرمائی جو اجمالی ایمان والا تھا۔

1. عقل کی قید سے بچے اور معتوہ نکل گئے۔
2. عدالت کی قید سے فاسق نکل گئے۔
3. اسلام کی قید سے کافر نکل گئے
4. ضبط کی قید سے کمزور حافظے والے نکل گئے۔

التقسیم الثالث

وہ جگہ جہاں خبر واحد کو حجت بنایا جائے گا۔

اسکی ابتداً دو قسمیں ہیں۔

* حقوق اللہ * حقوق العباد

حقوق اللہ

اسکی دو اقسام ہیں۔

* عقوبات * عبادات

حکم:

ان دونوں قسموں میں خبر واحد حجت ہے۔

س حقوق اللہ کی اقسام میں خبر واحد حجت ہونے کیلئے کیا کوئی شرط بھی ہے؟

ج اس میں اختلاف ہے۔

پہلا قول: جمہور۔ بغیر شرط کے قبول ہے۔

دلیل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک حدیث بیان کی (التقاء ختانین سے غسل واجب ہو جائے گا) اس حدیث کو صحابہ نے قبول کیا حالانکہ آپ کے علاوہ اس کی کسی اور نے روایت نہیں کیا۔

دوسرا قول: راوی ایک سے زیادہ ہو تو خبر واحد قبول ہوگی۔

دلیل:

سرکار علیہ السلام نماز پڑھا رہے تھے کہ نماز مکمل ہونے سے پہلے ہی سلام پھیر دیا۔ تو حضرت ذوالیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابھی نماز مکمل نہیں ہوئی تو سرکار نے دیگر صحابہ سے پوچھا کہ کیا ایسا ہی ہے پھر اس خبر کو قبول کیا۔

تیسرا قول:

امام کرخی:

حقوق اللہ میں جس کا تعلق عقوبات کیساتھ وہاں خبر واحد حجت ہوگی ورنہ حجت نہ ہوگی۔ کیونکہ خبر واحد کے متصل ہونے میں شبہ ہے اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

(حقوق العباد)

اسکی تین اقسام ہیں۔

1. جس میں محض الزام ہو۔

مثال: کسی پر قرض ہو یا کسی کے ذمے بیع ہو اس معاملے میں خبر واحد حجت ہونے کیلئے سات شرطیں ہیں۔

1. عقل 2. ضبط 3. عدالت 4. اسلام

5. لفظ شہادت 6. ولایت 7. راویوں کا متعدد ہونا

2 الزام: بالکل نہ ہو۔

مثال:
کسی کو وکیل بنانے کی خبر دینا یا مضاربت کی خبر دینا یا تحفے کی خبر دینا۔

حکم:
اس میں خبر واحد قبول ہونے کیلئے ایک ہی شرط ہے۔ اور وہ ہے عقل چاہے بچہ ہو یا بڑا عادل ہو یا فاسق مسلمان ہو یا کافر آزاد ہو یا غلام

3 من وجہ الزام ہو من وجہ الزام نہ ہو۔

مثال: وکیل کو معزول کرنے کی خبر۔

حکم: اس میں خبر واحد قبول ہونے کیلئے اختلاف ہے۔

امام اعظم:
راوی زیادہ ہوں یا ایک راوی ہو لیکن عادل ہو۔

صاحبین:
ہر عاقل کی خبر معتبر ہے عادل ہو یا فاسق کیونکہ اگر ہم ہر معاملے میں ہر شرط کا اعتبار کرنا شروع کر دیں تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

232

نوٹ :

سارا اختلاف اس وقت ہے جب خود خبر دینے والا اجنبی ہو اگر وہ مؤکل کا وکیل ہے یا آقا کا قاصد ہو تو اس میں بالاتفاق کوئی شرط نہیں ہے۔

★ وکیل کے تمام احکام مؤکل کی طرف جاتے ہیں۔

التقسیم الثانی فی الانقطاع

اس کی دو اقسام ہیں۔

* ظاھر * باطن

انقطاع۔

راوی اپنے اور سرکار علیہ السلام کے درمیان والے واسطے کو بیان نہ کرے بلکہ ڈائریکٹ کہہ دے قال رسول اللہ علیہ السلام تو اسے انقطاع اور مرسل کہتے ہیں۔

* س مرسل کے اقسام اور احکام لکھیں؟

4 اقسام ہیں۔

1. صحابی ارسال کرے

حکم۔ قبول ہے

2. تابعی یا تبع تابعی ارسال کرے۔

حکم۔ اختلاف ہے

اختلاف:

شوافع۔ قبول نہیں۔

دلیل: اگر کسی جگہ راوی معلوم ہو صفات معلوم نہ ہو تو

قبول نہیں۔ یہاں تو راوی کا ہی پتا نہیں تو کیسے قبول ہوگی
لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک طریقہ پایا جائے تو قبول ہے۔

i. حجت قطعیہ سے تائید ہو جائے
ii. قیاس صحیح سے اسکی تائید ہو جائے
iii. امت قبول کرلے
iv. کسی اور سند سے ثابت ہو۔

احناف: قبول ہے۔

دلیل:
ان کا کسی کو چھوڑ نا ان کے نزدیک معتبر ہونے کی دلیل ہے لیکن جب ہم ان کے ذاتی معاملات میں حسن ظن کرتے ہیں تو اس معاملے میں بھی کر لیا جائے۔

3. ان تینوں کے علاوہ کوئی اور ارسال کرے۔

حکم: اختلاف ہے۔

امام کرخی - قبول کرے۔

امام ابن ابان - قبول نہیں ہے۔

دلیل: قرون ثلاثہ کے بعد زمانہ فسق کا ہے لہذا

قبول نہیں کریں گے۔

4 من وجہ مسند ہو من وجہ مرسل ہو۔

حکم: قبول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ قبول نہیں ہے کیونکہ مسند قبول تعدیل کو لازم کرتا اور مرسل ہونا جرح کو لازم کرتا ہے تو اصول ہے کہ جب جرح اور تعدیل میں تعارض آجائے تو جرح کو ترجیح دیں گے۔

باطن:

ظاہری طور پر تو سند متصل ہو لیکن اندر پرابلم موجود ہو۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

1 راوی کی چار شرطوں میں سے کوئی نہ پائے جائے۔

حکم: قبول نہیں۔

2 مافوق دلیل کے مخالف ہو۔

مثال: * قرآن کے مخالف ہو * سنت مشہور کے خلاف ہو۔ * واقعہ مشہور کے خلاف ہو * آئمہ نے اس سے منہ پھیر لیا ہو۔

حکم: انقطاع باطن کی تمام اقسام مردود ہیں۔

التقسیم الرابع فی نفس الخبر

باعتبار نفس خبر واحد کی اقسام ہیں ۔ اسکی چار اقسام ہیں

1 محیط صدق:

جس میں صرف سچ کا احتمال ہو۔

مثال:

حضور علیہ السلام کی خبر کیونکہ دلائل سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام ہمیشہ سچ بولتے تھے۔

2 محیط کذب:

جو صرف جھوٹ کا احتمال رکھے۔

مثال:

فرعون کے رب ہونے کا دعوی کرنا کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ فانی خدا نہیں ہو سکتا۔

3 بغیر کسی ترجیح کے صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو۔

مثال:

فاسق مسلمان کی خبر اس کا اسلام سچ ہونے کا تقاضا ہوتا کرتا ہے اور فسق جھوٹ ہونے کا

حکم:

توقف واجب ہے۔

4. جس میں صدق کذب پر راجح ہو جائے

مثال:

ایسے شخص کی خبر جس میں راویوں کی تمام اقسام پائی جائیں۔ (اسلام، عقل)

نوٹ:

ہمارا مقصد یہ آخری قسم ہے۔ اب اسی کے متعلق بحث ہوگی۔

★ چوتھی قسم کی تین طرفیں ہیں۔

* طرف سماعت
* طرف حفظ
* طرف ادا

ان میں سے ہر ایک کی دو اقسام ہیں۔

* عزیمت
* رخصت

طرق سماع

★ عزیمت (مشقت)

اس کی چار اقسام ہیں۔

۱ قراءت۔

شاگرد پڑھے محدث سنے اور پھر عرض کرے کہ کیا میں نے صحیح پڑھا اور محدث کہے جی ٹھیک ہے۔ یہ بہترین قسم ہے۔

۲ سماعت۔

استاد پڑھے شاگرد سنے (یہ ایک قول کے مطابق بہترین قسم ہے) کیونکہ صحابہ کا یہی طریقہ ہے۔

۳ خط۔

محدث شاگرد کی طرف ایک تحریر لکھے جس میں تسمیہ اور ثناء سے پہلے وہ لکھے کہ (من فلان بن فلان الی فلان بن فلان) اس کے بعد حدیث کی سند ذکر کرے (راویوں کے نام) پھر کہے جب تمہیں میرا یہ خط ملے اور اس کو سمجھ لو تو اسکو آگے بیان کر دو۔

۴ پیغام۔

محدث شاگرد کو پیغام بھیجے کہ جب تمہیں میری حدیث مل جائے سمجھ کر آگے بیان کر دو۔

طرفِ سماع کی رخصت

اسکی دو اقسام ہیں۔

1 اجازت 2 مناولت

1 اجازت :

محدث شاگرد سے کہے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ اس کتاب کو میری طرف سے روایت کر دو۔

2 مناولت :

محدث اپنے ہاتھ سے کتاب دیتے ہوئے کہے یہ حدیث میں نے فلاں شیخ سے سنی ہے اب تمہیں اجازت ہے کہ اسے میری طرف سے روایت کر دو۔

نوٹ :

اجازت بغیر مناولت کے درست ہے لیکن مناولت اجازت کے بغیر درست نہیں ہے۔

س یہ دونوں چیزیں کس وقت حجت بن سکتی ہے؟

ج اگر تو شاگرد اس کتاب کا پہلے سے عالم ہو تو حجت بنے گی اگر عالم نہ ہو تو صرف تبرک کیلئے ہے حجت نہیں بنے گی۔

* طرف حفظ ۔

اسکی دو اقسام ہیں۔

1 عزیمت 2 رخصت

1 طرف حفظ کی عزیمت۔

شاگرد وقت سماع سے وقت ادا تک زبانی یاد رکھے۔

2 طرف حفظ کی رخصت۔

وقت سماع سے وقت ادا تک لکھے ہوئے پر اعتماد کرے۔

* امام اعظم زبانی حدیثیں یاد کیا کرتے تھے۔ یعنی عزیمت پر عمل کیا کرتے تھے۔

س یہ قسم کس وقت حجت بنے گی۔

ج امام اعظم کے نزدیک شاگرد اس لکھی ہوئی حدیث کو دیکھ تو اسے فوراً مجلس درس یاد آجائے تو حجت ہوگی ورنہ نہیں بنے گی۔ جبکہ صاحبین اور امام شافعی فرماتے ہیں۔ یاد آئے یا نہ آئے یہ حجت ہی حجت ہے۔

★ # طرف ادا

1. عزیمت:

جو الفاظ اس نے اپنے شیخ سے سنے انہی الفاظ کیساتھ روایت کرے۔ (اسے روایت باللفظ بھی کہتے ہیں)

2. رخصت۔

مفہوم استاد والا ہو الفاظ شاگرد کے اپنے ہوں (اسے روایت بالمعنی بھی کہتے ہیں)

س حدیث پاک کو روایت بالمعنی بیان کرنے کی شرعی حیثیت بیان کریں۔

ج (i) جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔
بعض علماء کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ جوامع الکلم سرکار علیہ السلام کا خاصہ ہے تو اگر کوئی اسکو معناً بیان کرتا ہے تو کمی بیشی ہو سکتی ہے۔
مصنف کے نزدیک اس میں کچھ تفصیل ہے۔ اگر وہ روایت محکم ہے۔ کسی غیر کا احتمال نہیں رکھتی تو لغت کو جاننے والا ایسا کر سکتا ہے۔

(ii) اگر روایت ظاہر ہے غیر کا احتمال بھی رکھتی ہے تو صرف فقیہ۔ مجتہد کیلئے ایسا کرنا جائز ہے کسی غیر کیلئے نہیں

(iii) اگر وہ روایت جوامع الکلم ہے مشکل۔ مجمل۔ متشابہ ہے تو کسی کیلئے روایت بالمعنی جائز نہیں۔

س راوی کی طرف سے حدیث کو لاحق ہونے والے طعن بیان کریں۔

ج اسکی دو اقسام ہیں۔ مروی عنہ اسکا انکار کردے اسکی بھی دو اقسام ہیں۔

1 انکار جاحد

حکم: بالاتفاق حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

2 انکار توقف

حکم۔ مروی عنہ کہے مجھے یاد نہیں کہ میں نے بیان کی ہے یا نہیں۔

حکم :

امام احمد بن حنبل اور امام کرخی کے نزدیک عمل نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک عمل کیا جائے گا۔

قسم ۲ :

راوی کا عمل خود ہی حدیث کے خلاف ہو۔
اسکی تین اقسام ہیں۔

i. خلاف بعد روایت۔

حکم :

اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کو حدیث کے منسوخ ہونے پتہ چل گیا ہو۔

(ii) **خلاف قبل روایت ،**

یعنی پہلے حدیث بیان کی اور پھر اسکا خلاف کیا تھا۔

حکم :

حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

۶ قسم:
راوی روایت پر عمل نہ کرے۔

حکم:
عمل نہیں کیا جائے گا۔

مثال:
حضرت ابن عمر رفع یدین والی حدیث بیان کرتے ہیں لیکن خود نہیں کرتے تھے۔

س اگر آئمہ حدیث کسی راوی پر مبہم طعن کریں تو کیا حکم ہے۔
مطلب (ھذا مجروح ھذا منکر)

اگر جرح کرنے والا تفسیر کیساتھ کرے یا تمام آئمہ کے نزدیک متفق علیہ ہو۔ اور وہ تنگ نظری والے نہ ہوں تو جرح قبول کی جائے گی۔

04-01-23